## عنبر ناگ ماریا

(قسط نمبر ۳۲)

# سلیمانی انگوٹھی

اے حمید

# فہرست

مقبرے کا بھوت

ملکہ سلامبو

خون پیتی لاش

حبشی لڑکی

آدھی رات

سلیمانی انگوٹھی

زہریلا جال

جادوگر کی موت
ظلم کا بدلہ
ویل مچھلی



# مقبرے کا بھوت

ناگ غار کی سیڑھیاں اتر کر مقبرے میں آ گیا۔
عنبر اور ماریا کے ساتھ وہ ایک بار اس مقبرے کو دیکھ چکا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس مقبرے میں ہزار برس پہلے کے ایک بادشاہ اور ایک ملکہ کی قبریں ہیں۔ بادشاہ کو اسکے غدار وزیر نے سازش کر کے قتل کر دیا تھا۔ اور اس کی ملکہ اپنے بادشاہ کی قبر پر روتے روتے اس کے غم میں مر گئی تھی۔ اب چاندنی راتوں میں ملکہ کی بے چین روح

مقبرے میں آ کر بین کیا کرتی تھی۔ ساری باتیں سوچتے ہوئے ناگ مقبرے کے اندر ایک جگہ رک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اب وہ اس جگہ آ گیا تھا جہاں ایک چبوترے پر بادشاہ اور ملکہ دونوں کی قبریں بنی ہوئی تھیں۔

ناگ نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی اسے یوں لگا تھا جیسے کسی نے اسے آواز دی ہو۔ یہ اس کا وہم تھا۔ مقبرے میں ہر طرف سناٹا تھا، گہری خاموشی تھی۔ کسی طرح سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ قبروں کے قریب آ کر ناگ نے قبروں کے ساتھ لگے ہوئے پتھروں کو غور سے دیکھا وہاں جو کچھ ہزار برس پہلے کھدا ہوا تھا وہ مٹ چکا تھا۔ قبروں کے پہلو میں ایک چھوٹا سا راستہ دیوار کے ساتھ اندر کو جا رہا تھا۔ ناگ پہلے کبھی اس راستے پر نہ گیا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ ہو سکتا ہے ماریا اندر آئی ہو اور وہ اس راستے پر سے ہو کر آگے نکل گئی ہو۔ یہ



بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ راستے آگے جا کر بند ہو جاتا ہے یا کسی طرف کو نکل جاتا ہے۔

ناگ ماریا بہن کی تلاش میں بڑی سوچ بچار سے کام لے رہا تھا۔ اس کو جوش بھی تھا مگر وہ ہوش بھی رکھتا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ ہو کر تنگ راستے پر چل دیا۔ یہ راستہ آگے جا کر ایک طرف کو مڑ گیا۔ ناگ بھی اسی طرف گھوم گیا۔ یہاں غار کی چھت نیچی ہو گئی تھی۔ اور ناگ کو سر جھکا کر چلنا پڑ رہا تھا۔ چلتے چلتے وہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں ماریا کو بھوت کی آواز آئی تھی۔

ناگ اپنی جگہ پر خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اور غور کرنے لگا کہ اسی مقبرے میں یہ راستہ کدھر کو جا نکلتا ہے؟ آگے اندھیرا گہرا ہو رہا تھا۔ ناگ نے سوچا کہ چل کر دیکھنا چاہیے کہ کہیں ماریا وہاں تو کسی مصیبت میں نہیں پھنس گئی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ماریا اسی مقبرے میں کسی

جگہ پر ہے۔ بھائی کو بہن کی خوشبو آنے لگی تھی۔ ناگ ابھی دو قدم ہی چلا ہوگا کہ اچانک اسے کچھ آواز سنائی دی۔ وہ ایک دم رک گیا اور دیوار کے ساتھ لگ کر سننے لگا کہ یہ آواز کیسی ہے؟

یہ آواز اسی بھوت کی تھی جو پاؤں گھسیٹتا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ بھوت کو احساس ہو گیا تھا کہ کوئی آدمی مقبرے میں گھس آیا ہے۔ انسانوں کا یہ بھوت جانی دشمن تھا اور انہیں ماریا کی طرح پتھر بنا کر تابوتوں میں بند کرنا چاہتا تھا۔ پاؤں گھسٹ گھسٹ کر چلنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ ناگ نے اندازہ لگایا کہ آواز غار کے اگلے حصے کی جانب سے آ رہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ناگ کو خیال آیا کہ وہ سکتا ہے یہ کوئی آسیب ہو۔ کوئی بھوت پریت یا کوئی روح ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ وہ انسان کی جون بدل کر کوئی جانور بن جائے۔ اس خیال کے ساتھ ہی ناگ نے آنکھیں بند کر کے سانس اندر سینے میں کھینچ لیا۔ پاؤں کے گھسٹنے کی آواز زیادہ قریب آ گئی تھی۔ ناگ نے آہستہ سے پھنکار ماری اور سانپ بن گیا۔ سانپ بن کر وہ غار کی دیوار پر چڑھا اور رینگتا ہوا ایک طرف اندھیرے میں چھپ کر دیکھنے لگا کہ آواز کس کی ہے اور کون آ رہا ہے؟

اب آواز کے ساتھ اسے ایک دہشت ناک آواز بھی سنائی دی۔

"تم بچ کر نہیں جاؤ گے۔ تم آ گئے ہو تو اب آ جاؤ۔ میں تمہیں سلا دوں گا۔ ہمیشہ کے لیے سلا دوں گا"۔

ناگ سانپ بنا بنا تو ایک بار کانپ گیا۔ آواز میں بڑی دہشت تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے کوئی بھوت بڑی تکلیف میں بول رہا ہے۔ سانپ اب انتظار کرنے لگا کہ وہ اپنی آنکھوں سے بھوت کو دیکھے۔ اس کی لال آنکھیں اندھیرے میں اب ہر شے کو صاف صاف دیکھ

رہی تھیں۔تھوڑی دیر بعد سانپ نے دیکھا کہ ایک دھوئیں کا انسان نما گولا غار میں اس طرف بڑھا آ رہا ہے۔ جہاں ناگ تھوڑی دیر پہلے کھڑا تھا۔وہ حیرانی سے دھوئیں کے اس گولے کو دیکھنے لگا جس کی شکل کسی ایسے انسان سے ملتی جلتی تھی جس کا قد بہت بڑا ہو اور جس کے سر پر دو لمبے لمبے سینگ ہوں۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ اس مقبرے کا بھوت ہے۔بھوت ٹھیک ناگ کی جگہ پر آ کر رک گیا۔دھوئیں کا گولہ ادھر ادھر گھوم کر تکنے لگا کہ جس انسان کی اس کو بو آئی تھی وہ کہاں ہے؟

بھوت نے ایک قہقہہ لگایا۔اس کا قہقہہ بڑا ڈراؤنا تھا جس کی آواز دیر تک غار کے اندر گونجتی رہی۔

''تم مجھ سے بھاگ کر نہیں جا سکتے۔تم مجھ سے بھاگ کر نہیں جا سکتے میں ابھی تمہیں تلاش کرلوں گا۔ میں بھوت ہوں۔ میں تمہیں قابو کر کے چھوڑوں گا''۔

بھوت نے زور سے پھونک ماری۔اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکلا جس نے غار کی دیوار کو چاٹنا شروع کر دیا۔سانپ جلدی سے رینگتا ہوا چھت پر چلا گیا۔بھوت کا شعلہ دیواروں کو چاٹتا رہا پھر شعلہ بجھ گیا۔بھوت نے ایک اور قہقہہ لگا کر کہا:

''تم بھسم ہو گئے ہو۔تم میری آگ میں جل کر خاک ہو گئے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔اب تم نے دیکھ لیا کہ میں نے تمہیں ہلاک کر دیا۔ہاہاہا۔۔۔ہاہاہا۔۔۔''

سانپ بڑا خوش ہوا کہ بھوت دھوکا کھا گیا۔

وہ چھت سے چمٹا ہوا تھا۔رینگ کر دیوار پر آ گیا۔دیوار ابھی تک گرم تھی۔وہ دیوار میں ابھرے ہوئے ایک بڑے سے پتھر کی اوٹ میں چھپ گیا۔بھوت نے اسے بالکل نہیں دیکھا تھا۔وہ بڑی آزادی کے ساتھ مقبرے کی قبروں کے آس پاس چکر لگانے لگا۔وہ بڑی

آہستہ آہستہ پاؤں گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا۔ چکر لگاتے لگاتے وہ ملکہ کی قبر کے پاس رک گیا۔ اس نے لمبا ہاتھ بڑھا کر قبر کے پہلو میں سے پتھر کی ایک سِل اتار کر پرے پھینک دی۔ وہاں ایک شگاف نکل آیا۔ بھوت نے شگاف کے اندر ہاتھ ڈالا اور مٹی کا ایک مرتبان نکال کر باہر رکھ دیا۔ اس مرتبان کے اوپر ڈھکن چڑھا ہوا تھا۔ سانپ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اور حیران ہو رہا تھا کہ بھوت مٹکے میں سے کیا نکالنے والا ہے؟ بھوت نے مٹکے کے اوپر جھک کر قہقہہ لگا کر کہا۔

''اے ملکہ کی بے چین روح! کیا تم ابھی تک زندہ ہو؟''

ناگ فوراً جان گیا کہ بھوت نے ملکہ کی روح کو مرتبان کے اندر قید کر رکھا ہے۔ سانپ ہونے کی وجہ سے وہ جانتا تھا کہ بھوتوں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ بھٹکی ہوئی روحوں کو جس جگہ چاہیں قید کر کے رکھ لیں۔ بھوت نے ایک قہقہہ لگا کر ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔



''اے بدنصیب ملکہ کی روح! کیا تم ابھی تک زندہ ہو؟''

مرتبان کے اندر سے ملکہ کی بھٹکی ہوئی روح کی اداس آواز سنائی دی۔ اس آواز میں عاجزی اور رحم کی درخواست تھی۔

''اے بھوت! مجھ پر رحم کر اور مجھے آزاد کر دے۔ اس مٹکے کے اندر میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔۔۔''

بھوت نے زور سے قہقہہ لگا کر کہا۔

''بدنصیب ملکہ! تمہاری وجہ سے میرا بچہ مر گیا ہے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میں تم سے اپنے بچے کی موت کا بدلہ لوں گا۔ تم قیامت تک اس چھوٹے سے مرتبان میں قید رہو گی''۔

ملکہ کی روح نے عاجزی سے کہا:

''اے بھوت! میں نے جان بوجھ کر تمہارے بچے کو نہیں مارا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ کبھی تمہارے

علاقے میں نہیں آؤں گی''۔

بھوت نے سخت غصے میں آ کر کہا۔

''خاموش بدنصیب روح! تم نے جان بوجھ کر کیا ہے یا نہیں اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مگر تمہاری وجہ سے میرے بچے کی موت ہوئی ہے۔ میں تمہیں کبھی نہیں معاف کروں گا''۔

ملکہ کی روح نے کہا۔

''اے بھوت مجھ پر ترس کھاؤ۔ میں پہلے ہی ایک غم زدہ بھٹکی ہوئی روح ہوں اور اپنے بادشاہ کی روح کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی ہوں۔ میرے بادشاہ کو ایک ہزار برس پہلے قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ بھی بد قسمت تھا۔ میں بھی بد قسمت ہوں کہ اپنے خاوند سے بچھڑ کر ہزار سال سے اس کی روح کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں''۔

بھوت نے چیخ کر کہا۔



''تو پھر میں کیا کروں۔ کیا میں نے تمہارے بادشاہ کو قتل کیا تھا؟ اگر میں نے تمہارے بادشاہ کو قتل نہیں کیا تو پھر تو نے میرے بچے کو کیوں مار ڈالا۔ بس۔ اب بکواس بند کر۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا''۔

ملکہ کی روح نے کہا۔

''اے آسمانوں کے مالک میری فریاد سن۔ مجھ پر رحم کر اور مجھے اس بھوت کے ظلم سے نجات دلا''۔

اس پر بھوت کو سخت غصہ آیا۔ اس نے کڑک کر کہا۔

''خاموش بد بخت ملکہ! اگر تو نے پھر خدا کا نام لیا تو میں تمہیں پھونک مار کر بھسم کر دوں گا اور تو آسمانوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائے گی۔ اب تو تمہیں امید ہے کہ شاید تیرے بادشاہ کی روح کبھی مل جائے۔ پھر یہ امید بھی ختم ہو جائے گی''۔

ملکہ کی روح نے جلدی سے کہا:

''نہیں نہیں! خدا کے لیے ایسا نہ کرنا۔ اب میں کسی کے آگے فریاد نہ کروں گی۔ اب میں کسی کو مدد کے لیے نہیں پکاروں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ تو بیشک قیامت تک مجھے اس مرتبان میں بند رکھ۔ میں کبھی شکایت نہیں کروں گی''۔

بھوت کھلکھلا کر بولا۔

''ہاں۔۔ اب آئی ہو تم سیدھے راستے پر۔ بس اب خبردار آئندہ کبھی میرے سامنے اپنے خدا کا نام مت لینا۔ میں جا رہا ہوں''۔

اور بھوت مٹی کے مرتبان کو مقبرے کے شگاف کے اندر رکھا۔ باہر پتھر کی سل جڑ دی اور آہستہ آہستہ پاؤں گھسٹتا واپس جدھر سے آیا تھا ادھر کو چلا گیا۔ ناگ نے یہ سارا تماشا اپنی لال لال آنکھوں سے پوری طرح دیکھا تھا۔ بھوت چلا گیا تو ناگ چپکے سے چھت پر سے



رینگ کر نیچے فرش پر آ گیا۔ وہ ابھی انسان کے روپ میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ کیونکہ بھوت کے پھر واپس آ جانے کا خطرہ تھا۔ وہ ناگ کو انسان کی شکل میں نقصان پہنچا سکتا تھا۔ سانپ مقبرے سے رینگتا ہوا غار کے دروازے پر آ گیا۔ غار سے باہر نکل کر اس نے دوبارہ انسان کی شکل اختیار کر لی اور واپس شاہی محل میں آ گیا۔

بھوت مقبرے کے دالان میں سے گزر کر دیوار کے شگاف میں سے ہو کر اس کوٹھڑی میں آیا جہاں ماریا تابوت کے اندر پتھر بنی لیٹی ہوئی تھی۔ ماریا کئی روز سے اس تابوت میں پتھر کی موت بنی پڑی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سو بھی رہی ہے اور جاگ بھی رہی ہے۔ اس کا سارا بدن پتھر بن گیا تھا۔ مگر آنکھیں حرکت کر رہی تھیں۔ اور کوٹھڑی کی چھت کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ سن بھی رہی تھی۔ مگر نہ ہل جل سکتی تھی۔ اور نہ کوئی لفظ زبان سے ادا کر سکتی تھی۔ اسے بھوت کے

پاؤں گھسٹ گھسٹ کر چلنے کی دور سے آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گئی کہ بھوت اس کی طرف آ رہا ہے۔

وہ سوائے تابوت میں بے حس پتھر بن کر پڑی رہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اور وہ پتھر بنی پڑی رہی۔ پاؤں کی آواز قریب آ گئی۔ پھر ماریا نے اپنے اوپر ایک سفید گولے کو جھکے ہوئے دیکھا جس میں سے دو سرخ انگارہ آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔ یہ بھوت کی آنکھیں تھیں۔ بھوت نے ایک خوف ناک قہقہہ لگایا۔ ماریا سہم گئی۔

”سنو! تمہارا انجام اسی تابوت میں آئے گا۔ قیامت کے روز تک تم اس تابوت میں پڑی رہو گی۔۔ میں نے ملکہ کی روح کو بھی قید کر رکھا ہے۔ وہ بھی قیامت تک قید رہے گی۔ مجھے آج مقبرے میں کسی اور انسان کی بو آئی تھی۔ مگر وہ شاید بچ کر نکل گیا۔

ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ اس مقبرے میں اگر کوئی انسان آیا تھا تو وہ ضرور عنبر یا ناگ بھائی ہو گا۔ وہ ضرور ماریا کی تلاش میں آیا ہو گا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ اس خوفناک بلا سے بچ کر چلا گیا۔ نہیں تو اس کا انجام بھی یہی ہوتا کہ کسی کوٹھڑی کے تابوت میں پتھر بنا کر لٹا دیا جاتا۔ ماریا کو خوشی ہوئی کہ ناگ بھائی اسے تلاش کرتا کرتا مقبرے تک پہنچ گیا ہے۔

بھوت بولے جا رہا تھا۔

”اگر وہ انسان پھر اس مقبرے میں آیا تو مجھ سے بچ کر نہ جا سکے گا۔ اس بار وہ مجھے دھوکا دے کر جان بچا کر چلا گیا۔ دوسری بار اسے اتنی مہلت نہیں دوں گا۔ میں اسے پتھر بنا کر تابوت میں قید کر دوں گا۔ جس طرح میں نے تمہیں پتھر بنا کر قید کر رکھا ہے۔“

ماریا بھوت کی لال لال انگارہ آنکھوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ وہ اسے جواب دینا چاہتی تھی لیکن بول نہیں سکتی تھی۔ وہ مجبور تھی۔ بے بس تھی۔ بے حس تھی۔ زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ تھی۔ بھوت نے

ایک بار پھر قہقہہ لگایا اور اسی طرح پاؤں کو گھسیٹتا کوٹھڑی میں سے نکل گیا۔ اپنے پیچھے وہ دیوار کے شگاف کو پتھر کی سل سے بند کرتا گیا۔

ماریا کے دل میں اچانک ایک خیال آیا کہ یہ اگر بھوت ہے تو پھر اسے دیوار کی سل اتار کر اندر آنے کی ضرورت ہے؟ بھوت تو دیوار میں سے آر پار ہو کر گزر جاتے ہیں۔ دیوار ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ پھر یہ بھوت کیسا ہے کہ پتھر ہٹا کر اسے کوٹھڑی میں آنا پڑتا ہے۔ کہیں یہ کوئی انسان تو نہیں جس نے بھوت کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے؟ یہ ایک انوکھا خیال تھا جو ماریا کے دماغ میں آیا تھا۔

اب وہ خیال کرنے لگی کہ بھوت کی آنکھوں میں انسانی آنکھوں جیسی چمک ہے۔ وہ آنکھیں کسی سانپ کی آنکھوں سے ملتی جلتی ہیں، اس کی آواز بھی کسی غیبی روح یا بھوت کی آواز نہیں لگتی بلکہ انسان کی آواز سے ملتی ہے۔

تو کیا یہ بھوت کوئی انسان ہے؟ تو پھر اس نے ملکہ کی روح کو کیسے قابو کر رکھا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی بڑا عیار جادوگر ہو۔ اور جادو کے زور سے اس نے روح کو قابو کر لیا ہو اور مقبرے میں آنے والے انسانوں کو جادو ہی کے زور سے پتھر بنا دیتا ہو۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ آخر ایسا کیوں کرتا ہے؟ ہو سکتا ہے۔ وہ کچھ عرصے بعد تابوت کی زندہ لاشوں کو پھر سے انسان بنا کر بھون کر کھا جاتا ہے اور یہ کوئی آدم خور وحشی ہو جس کو انسانوں کی تکلیف پر خوش ہونے کی عادت پڑ گئی ہو۔

ماریا اس قسم کی باتیں سوچتی رہی اور تابوت میں لیٹی رہی۔

## ملکہ سلامبو

ناگ شاہی محل میں آ گیا تھا۔

اس کا ارادہ تھا کہ ایک بار پھر پر اسرار آواز والے مقبرے میں جائے اور ماریا بہن کو وہاں تلاش کرے۔ مگر اس دفعہ وہ پوری طرح سے تیار ہو کر جانا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مقبرے کا بھوت اس پر حملہ کر دے۔ اسے شک پڑ چکا تھا کہ ہو نہ ہو ماریا ضرور اسی مقبرے میں کسی جگہ قید کر دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ اور کہیں نہیں جا سکتی



تھی۔ مقبرے میں جانے کا اسے شوق تھا وہ مقبرے میں آئی ہو گی اور بھوت نے اسے قید کر لیا ہو گا۔ ناگ ملکہ کی روح کو بھی مرتبان سے نکال کر آزاد کر دینا چاہتا تھا۔ وہ ایسا کرتے ہوئے ڈرتا بھی تھا کہ کہیں ملکہ کی روح الٹا اس کو ہی نہ چمٹ جائے۔ کیونکہ روحوں کے بارے میں اس نے سن رکھا تھا کہ بھٹکنے والی روحوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ وہ کسی وقت بھی اپنا ارادہ بدل کر حملہ کر سکتی ہے۔

ادھر ناگ پر اسرار مقبرے میں جا کر تلاشی لینے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ماریا بے چاری پتھر بنی تابوت کے اندر لیٹی تھی۔ عنبر حبشہ کے شہر میں کالے علم والے جادوگر کو مار کر جنگل میں اس کے جھونپڑے میں جاپان جانے والے جہاز کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اب ہم ناگ اور ماریا کو تو جاپان کے شہر ٹوکیو شو میں چھوڑتے ہیں اور ذرا پیچھے چل کر عنبر کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے؟

عنبر سارا دن تو حبشہ شہر میں آوارہ گردی کرتا رہتا اور شام کو جنگل والی جادوگر کی جھونپڑی میں آ کر پڑا رہتا۔ وہ اب انتظار کرتے کرتے تنگ آ گیا تھا۔ اور جلد سے جلد واپس اپنے بھائی ناگ اور بہن ماریا کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن کم بخت جس جہاز کو جاپان کی طرف روانہ ہونا تھا وہ آ ہی نہیں رہا تھا۔ ہر حالت میں اسے انتظار ضرور کرنا تھا اور وہ مجبوراً انتظار کر رہا تھا۔ جس جنگل میں عنبر رہ رہا تھا وہ شہر کے قریب ہی سے شروع ہو کر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان دور دریا تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ شہر زیادہ بڑا نہیں تھا۔ آبادی بھی کم تھی۔ دو چار بازار تھے۔ جن میں افریقہ کے کالے حبشیوں نے دکانیں کھول رکھی تھیں۔

عنبر ایک روز حبشہ کے ایک چھتے ہوئے بازار میں سے گزر رہا تھا۔ اس بازار کے اوپر چھت پڑی ہوئی تھی۔ حبشہ گرم شہر تھا شہر میں گرمی



پڑ رہی تھی۔ یہ چھتا ہوا بازار ٹھنڈا ٹھنڈا تھا۔ عنبر کو اس بازار میں سے گزرتے ہوئے بڑا لطف آ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ بازار آگے چل کر ایک گلی میں گھوم گیا ہے۔ اس گلی میں بھی ریشمی کپڑوں اور گرم مسالوں اور خشک پھلوں کی دکانیں تھیں۔ عنبر گلی میں دور تک نکل گیا۔

یہ گلی ایک جگہ پہنچ کر گھوم گئی اور سامنے ایک تالاب کے کنارے املی کے گنجان درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ جھنڈ کے ایک مکان کی صرف چھت نظر آ رہی تھی۔ عنبر کو یونہی خیال آیا کہ اس مکان کو دیکھنا چاہیے۔ یہ کوئی بڑا پر اسرار مکان دکھائی دیتا ہے۔ چل کر معلوم کیا جائے کہ یہاں کون رہتا ہے۔ عنبر گلی میں سے نکل کر تالاب کے کنارے کنارے چلتا ہوا املی کے درختوں کے پاس آ گیا۔ یہاں کانٹے دار جھاڑیوں کی ایک باڑ لگی ہوئی تھی۔ سامنے ایک لکڑی کا جنگلہ لگا تھا۔ جنگلے کا دروازہ بند تھا۔ سامنے ایک خوفناک منہ والا کتا

عنبر نے جنگلے کو اوپر چڑھ کر پھلانگا اور پراسرار مکان کے بائیں باغ میں آ گیا۔ گھاس زمین پر بے تحاشا اگی ہوئی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے ایک مدت سے گھاس کو کاٹا نہیں۔ گھاس کے درمیان سے ایک پگڈنڈی مکان کے دروازے تک چلی گئی تھی۔ عنبر پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ دائیں بائیں درختوں پر کوئی پرندہ نہیں بیٹھا تھا۔ بڑی گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ عنبر نے خیال کیا کہ ان درختوں کے پرندے کہاں چلے گئے؟ ایک درخت کے قریب سے گزرتے ہوئے عنبر رک گیا۔

اس درخت پر کسی انسان کی کھوپڑی کیل سے ٹھونکی ہوئی تھی۔ عنبر کو تعجب ہوا کہ یہ کھوپڑی کس لیے یہاں ٹھونک دی گئی ہے؟ کیا یہاں جادوگر کیا گیا ہے؟ فضا زیادہ پراسرار ہوتی جا رہی تھی۔ مکان کے دروازے کو ارد گرد اگی ہوئی جنگلی جھاڑیوں نے آدھے سے زیادہ



عنبر نے جنگلے کو اوپر چڑھ کر پھلانگا اور پراسرار مکان کے بائیں باغ میں آ گیا۔ گھاس زمین پر بے تحاشا اگی ہوئی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے ایک مدت سے گھاس کو کاٹا نہیں۔ گھاس کے درمیان سے ایک پگڈنڈی مکان کے دروازے تک چلی گئی تھی۔ عنبر پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ دائیں بائیں درختوں پر کوئی پرندہ نہیں بیٹھا تھا۔ بڑی گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ عنبر نے خیال کیا کہ ان درختوں کے پرندے کہاں چلے گئے؟ ایک درخت کے قریب سے گزرتے ہوئے عنبر رک گیا۔

اس درخت پر کسی انسان کی کھوپڑی کیل سے ٹھونکی ہوئی تھی۔ عنبر کو تعجب ہوا کہ یہ کھوپڑی کس لیے یہاں ٹھونک دی گئی ہے؟ کیا یہاں جادوگر کیا گیا ہے؟ فضا زیادہ پراسرار ہوتی جا رہی تھی۔ مکان کے دروازے کو ارد گرد اگی ہوئی جنگلی جھاڑیوں نے آدھے سے زیادہ

ڈھانپ رکھا تھا۔ عنبر نے مکان کے چاروں طرف گھوم کر جائزہ لیا کہ وہاں کیا کیا ہے۔ مکان کے ارد گرد وہی جنگلی گھاس کا میدان تھا اور درختوں کے جھنڈ تھے۔ دو چار گھنے درختوں نے تو آدھے مکان پر اپنی ٹہنیاں پھیلا رکھی تھیں۔

عنبر پلٹ کر واپس مکان کے دروازے پر آ گیا۔ مکان کی پچھلی جانب صرف ایک کھڑکی تھی جو بری طرح بند تھی۔ مکان کے سامنے رخ پر بھی جتنی کھڑکیاں تھیں وہ سب کی سب بند تھیں۔ عنبر دروازے پر کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ وہ اندر جائے یا نہ جائے؟ بچپن ہی سے اس کو راز معلوم کرنے کی بڑی لگن رہی تھی۔ وہ اس پر اسرار خاموش مکان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا کہ اس کے اندر کیا ہے اور کیوں ہے؟

اتنا بڑا مکان ویران کیوں ہے؟ اس مکان کے رہنے والے کہاں چلے گئے؟ انہیں کون سی مصیبت اپنے ساتھ لے گئی؟ اس قسم کے خیال عنبر کے دماغ میں چل رہے تھے۔ اس نے خدا کا نام لے کر دروازے پر سب سے پہلے دستک دی۔ اس خیال سے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا بری بات ہے۔ کیونکہ ہو سکتا تھا کہ اندر کوئی رہتا ہو۔ دستک کا کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر نے دوسری، تیسری، چوتھی اور پھر بار بار دستک دی مگر اندر سے کسی نے بھی دروازہ نہ کھولا۔ اب عنبر کے لیے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ خود دروازہ کھول کر اندر داخل ہو جائے۔ عنبر نے آگے بڑھ کر دروازے کو آہستہ سے دھکا دیا۔ دروازہ تو جیسے اندر سے کسی نے سختی سے بند کر رکھا تھا۔ عنبر نے بے حد کوشش کی۔ اسے زور لگا لگا کر پسینہ آ گیا مگر دروازہ تو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ دروازے کے پیچھے پتھروں کی دیوار چن دی گئی ہے۔

عنبر کے دل میں اندر جا کر راز معلوم کرنے کا شوق اور بڑھ گیا۔ اس نے پکا ارادہ کر لیا کہ خواہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے وہ مکان کے اندر جا کر ہی چھوڑے گا۔ اس نے مکان کے گرد پھر کر اس کا پھر سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔ وہ کوئی ایسی جگہ دیکھنا چاہتی تھی جہاں سے وہ کود کر مکان کے اندر داخل ہو سکے۔ کھڑکیاں ساری کی ساری بند تھیں اوپر کھڑکی پر چڑھنے کا بھی کوئی ذریعہ نہ تھا۔ آخر عنبر کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ ایک ایسے درخت پر چڑھ گیا جس کی ٹہنیاں مکان کی چھت پر جھکی ہوئی تھیں درخت کی شاخوں سے ہوتا ہوا وہ مکان کی چھت پر آ گیا۔ ڈھلانی چھت پر وہ بڑی احتیاط سے قدم رکھتا ہوا درمیان میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں ایک چورس روشندان بنا ہوا تھا۔

اس روشندان کو لکڑی کے تختوں سے بند کر دیا گیا۔ عنبر نے دو تین ہاتھ زور سے مارے تو ایک جگہ سے لکڑی کا تختہ اکھڑ گیا۔ اس نے تختے کو باہر کھینچ لیا اور اوپر سے نیچے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ کمرے میں جو شے سب سے پہلے اسے نظر آئی وہ نیلے رنگ کا قیمتی قالین تھا جو فرش پر بچھا ہوا تھا۔ ایک عجیب شے یہ تھی کہ روشندان سے لے کر نیچے فرش پر بچھا ہوا تھا۔ ایک عجیب شے یہ تھی کہ روشندان سے لے کر نیچے فرش تک ایک رسے کی سیڑھی چلی گئی تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ عجب معاملہ ہے کہ روشندان سے سیڑھی نیچے جا رہی ہے۔ یہ کس مقصد کے لیے مالک مکان نے لٹکائی تھی؟ بہر حال اب وہ اس مکان کی سیر کیے بغیر واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ جان کا خطرہ تو اسے تھا ہی نہیں۔ تو پھر کیوں نہ اس پراسرار مکان کا راز حل کیا جائے؟

عنبر نے خدا کا نام لیا اور روشندان میں سے اندر داخل ہو کر رسی کی سیڑھی پر پاؤں رکھا اور نیچے اترنا شروع کر دیا۔ کمرے میں روشنی بہت کم تھی۔ صرف اسی ایک روشندان سے روشنی اندر آ رہی تھی۔

اس کے علاوہ بند کھڑکیوں کی درزوں میں سے بھی بکی ہلکی روشنی کی کرنیں اندر داخل ہو رہی تھیں۔ عنبر سیڑھی اتر کر قالین پر آ گیا۔ مدھم روشنی میں اس نے دیکھا کہ کمرہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ سجا ہوا تھا۔ مگر ہر شے پر گرد پڑی ہوئی تھی۔

صاف معلوم ہو رہا تھا کہ سالہا سال سے یہاں کوئی شخص بھی رہنے کے لیے نہیں آیا۔ دیواروں پر بھی ریشمی قیمتی قالین لٹک رہے تھے۔ دروازے پر کمخواب کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ سنبل سے بھرے ہوئے نرم نرم تکیے ایک مور کی شکل کے دیوان پر رکھے تھے۔ تانبے کی تپائی پر چینی مٹی کا بڑا قیمتی گلدان پڑا تھا۔ جس کے پھول مرجھا کر سوکھ گئے تھے۔ ہاتھی دانت کے ایک اونچے تخت پر شیشے کے گلاش پاش رکھتے تھے۔ سرخ پتھر کے بنے ہوئے پھولوں میں عود و لوبان سلگانے کے لیے جگہ بنائی گئی تھی۔ کمرے کی فضا میں ایسی بو رچی ہوئی تھی جس قسم کی بو عنبر نے کبھی فرعون مصر کے مقبروں میں سونگھی تھی۔

عنبر کا ذہن ایک دم دو ہزار برس پہلے کے اہرام مصر کی طرف چلا گیا۔ بالکل اسی طرح کی بو اسے کمرے سے آ رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ یا خدا یہ کیا معاملہ ہے؟ یہاں فرعون مصر کے وقتوں کی خوشبو کہاں سے آ گئی؟ اس نے چل پھر کر کمرے کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ایک دروازے کا پردہ ہٹایا تو اس میں سے گرد اٹھی۔ گرد ہر شے پر پڑی ہوئی تھی۔ پردے کے پیچھے ایک اور کمرہ تھا جہاں روشنی بہت ہی کم تھی۔ بلکہ چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ عنبر نے تپائی پر رکھی ہوئی موم بتی اٹھا کر اسے جلایا۔ موم بتی کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ اس کمرے میں بھی نیلے رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔ دیوار کے ساتھ سامنے کی طرف ہاتھی دانت کی تپائی رکھی تھی۔

عنبر تپائی کے پاس آیا تو حیران رہ گیا۔

''تپائی پر ملکہ تفریتی جو کہ دو اڑائی ہزار برس پہلے مصر کے ایک فرعون کی بیوی تھی اس کا چھوٹا سا بت رکھا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس پر اسرار مکان کا تعلق ضرور پرانے مصر کے فرعونوں سے ہے۔

لیکن اس مکان کا اہرام مصر سے کیا تعلق ہو سکتا تھا؟ عنبر اسی راز پر سے پردہ اٹھانا چاہتا تھا۔ وہ موم بتی کی روشنی میں ذرا آگے بڑھا تو اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا تھا۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے تہہ خانے کو اترتی تھیں۔

عنبر کو کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ کیونکہ اس کو دنیا کی کوئی طاقت ہلاک نہیں کر سکتی تھی اور زخمی بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بڑی جرات اور ہمت کے ساتھ ان سیڑھیوں پر سے نیچے اترنے لگا۔ تھوڑی نیچے جا کر سیڑھیاں ختم ہو گئیں اور تہہ خانے کا راستہ بائیں طرف مڑ گیا۔ عنبر بھی اسی طرف گھوم گیا۔ آگے جا کر ایک دروازہ آ گیا۔ جس پر لوہے کی زنجیر پڑی تھی۔ عنبر نے زنجیر کو غور سے دیکھا۔ زنجیر کے ساتھ کوئی تالا نہیں لگا تھا۔ صرف وہ باہر سے بل دے کر مضبوطی سے کس دی گئی تھی۔

عنبر نے بند دروازے کے ساتھ کان لگا دیے۔ اس خیال سے کہ اندر سے کوئی آواز تو نہیں آ رہی۔ مگر اندر گہرا سناٹا طاری تھا۔ عنبر کے دل میں زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ اندر چل کر دیکھنا چاہیے کہ وہاں کونسا راز ہے اس نے زنجیر کو کھولنا شروع کر دیا۔ جب ساری زنجیر کھول کر الگ ہو گئی تو عنبر نے آہستہ سے دروازے کے ایک پٹ کو اندر کی طرف دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ اندر سے اہرام مصر کے مقبروں والی بو کا ٹھنڈا جھونکا آیا۔

عنبر ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ یا خدا! یہ اندر کوئی مصری ممی دفن ہے کیا؟ کیونکہ بو ان دواؤں کی تھی جنہیں مصری بادشاہوں اور شہزادیوں

کی لاشوں کو حنوط کرتے وقت لگایا جاتا تھا۔عنبر کا باپ بھی یہی کام کرتا رہا تھا۔عنبر اس بو سے پوری طرح واقف تھا۔وہ اپنے آپ کو کوٹھڑی کے اندر داخل ہونے سے نہ روک سکا۔موم بتی کی روشنی میں وہ کوٹھڑی کے اندر داخل ہو گیا۔کیا دیکھتا ہے کہ چھوٹی سی کوٹھڑی ہے۔چھت نیچی ہے جس طرح کہ اہرام مصر کی ہوتی ہے۔درمیان میں چبوترے پر ایک تابوت رکھا ہے جس کے باہر لکڑی سے مشہور ملکہ مصر سلامبو کا چہرہ بنا ہوا تھا۔عنبر نے اڑھائی ہزار سال پہلے مصر کی ملکہ سلامبو کا زمانہ دیکھا تھا۔یہ ایک بڑی جابر اور سنگ دل ملکہ تھی۔وہ انسانوں کا بے دریغ خون بہایا کرتی تھی۔وہ جنگ میں پکڑے ہوئے قیدیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے شیروں کے آگے ڈال کر ان کی اذیت ناک موت کا منظر دیکھا کرتی۔اسے اس کے سپہ سالار نے زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا۔



عنبر بڑا حیران ہوا کہ ملکہ سلامبو تو اڑھائی ہزار پہلے مصر کے ایک اہرام میں دفن ہوئی تھی پھر اس کا تابوت یہاں کیسے آ گیا؟وہ خود مصر کا تھا۔وہ فرعون مصر کے محل میں پیدا ہوا تھا۔اسے اچھی طرح علم تھا کہ اس قسم کے تابوت میں جس انسان کی لاش یعنی ممی ہوتی ہے اسی کی شکل تابوت کے باہر بنا دی جاتی ہے۔تو کیا اس تابوت کے اندر مصر کی جابر اور ظالم ملکہ سلامبو کی لاش تھی؟

اگر عنبر کو یہ یقین ہوتا کہ وہ مر جائے گا تو کبھی اس کوٹھڑی میں آنے کی ہمت نہ کرتا۔لیکن اسے یقین تھا کہ وہ مر نہیں سکتا۔اسے ایسی دعا یا بد دعا دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا ہے۔لوگ پیدا ہوں گے اور بوڑھے ہو کر مر جائیں گے۔بادشاہ تخت پر بیٹھیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔سلطنتیں آئیں گی اور اجڑ جائیں گی۔ایک دور آئے گا اور گزر جائے گا مگر وہ زندہ رہے گا۔وہ نہ بوڑھا ہو گا اور نہ

موت کی آغوش میں جائے گا۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ وہ اڑھائی ہزار سال سے اسی طرح نوجوان کا نوجوان اور زندہ چلا آ رہا تھا۔ اس کے سارے ساتھی ایک ایک کر کے بوڑھے ہوتے اور مرتے چلے گئے تھے۔ مگر وہ زندہ اور نوجوان تھا اور خدا جانے ابھی کب تک اسے اسی طرح زندہ اور جوان رہنا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ اس کے اندر تابوت کھول کر ملکہ سلامبو کی لاش دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے پورا زور لگا کر مہر کو توڑتے ہوئے تابوت کا ڈھکنا کھول کر پرے رکھ دیا۔ تابوت کے ڈھکنے کا کھلنا تھا کہ کوٹھڑی میں کسی جانور کی ہیبت ناک چیخ بلند ہوئی اور ساتھ ہی کسی عورت کے قہقہے کی آواز آئی۔ عنبر نے تابوت میں دیکھا تابوت کے اندر مصر کی ظالم ملکہ سلامبو کی لاش پڑی تھی۔ اس کے سارے بدن پر سوائے چہرے کے سفید پٹیاں ہی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ سب سے حیرت ناک بات یہ تھی کہ ملکہ سلامبو کی آنکھوں میں حرکت تھی۔ وہ عنبر کی طرف ڈھیلے بار بار گھما کر دیکھ رہی تھی۔

## خون پیتی لاش

عنبر زندگی میں پہلی بار یہ حیرت انگیز ممی دیکھ رہا تھا۔

اس نے آج تک جتنی بھی ممیاں دیکھی تھیں وہ سب کی سب لاشیں تھیں۔ مردہ تھیں۔ یہ پہلی ممی کی لاش تھیں جو زندہ تھی اور جو اس کی طرف ڈیلے گھما کر بڑی مکاری سے دیکھ رہی تھی۔ عنبر نے سلامبو یعنی ملکہ مصر کو پہچان لیا تھا مگر سلامبو نے عنبر کو نہیں پہنچانا تھا۔ وہ پہچان بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ عنبر کبھی اس سے ملا نہیں تھیں۔ عنبر کو محسوس ہوا



کہ قہقہہ سلامبو کی لاش نے لگایا تھا۔ سلامبو کی لاش کے چہرے پر ایک تعجب سا ضرور تھا۔ وہ حیران تھی کہ اسے دیکھ کر اس اجنبی نوجوان کو خوف سے غش کیوں نہیں آ گیا۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم اسے بے ہوش ہی ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ کس قسم کا نوجوان ہے۔

عنبر سلامبو کی لاش کو مسلسل تک رہا تھا۔ آخر اس نے ہمت کر کے آہستہ سے کہا۔

”کیا تم مصر کی ملکہ سلامبو ہو؟“

سلامبو کی لاش نے قہقہہ لگایا اور بولی۔

”تم تاریخ کے طالب علم معلوم ہوتے ہو۔ لیکن تم جو کوئی بھی ہو اب تم میرے غضب سے بچ نہیں سکو گے۔ میں اس شخص کا انتظار کر رہی تھی کہ جو یہاں آئے اور میرے تابوت کا ڈھکنا اٹھائے۔ تا کہ میں آزاد ہو جاؤں اور سب سے پہلے اسی شخص کو کھا جاؤں۔ میں نے

اڑھائی ہزار سال تک تمہارا انتظار کیا ہے۔ میں اڑھائی ہزار سال سے کسی انسان کے خون اور گوشت کی بھوکی تھی۔ مجھے بڑی بھوک لگی ہے۔ میں ابھی تمہیں کھا کر اپنی بھوک مٹاؤں گی۔ تم مجھ سے اب بچ کر نہیں جا سکتے۔ کیونکہ میرے تابوت کا ڈھکنا کھلتے ہی اس تہہ خانے کا دروازہ اپنے آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔ دروازہ پتھر بن گیا ہے۔ تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

عنبر مسکراتا رہا اور سلامبو کی لاش کی طرف تکتا رہا سلامبو نے غصے میں آتے ہوئے اپنی آنکھیں گھما کر کہا۔

"تم ہنس رہے ہو؟ ابھی تمہیں اپنی تقدیر پر رونا آئے گا۔ ابھی تمہاری آنکھوں سے خون کی ندیاں بہنے لگیں گی۔ تم ایک معمولی سے نوجوان ہو۔ اگر اس دنیا کا کوئی پہلوان بھی تلوار اٹھا کر مجھ پر پوری طاقت سے مارے تو بھی میں مر نہیں سکتی تو اب کبھی نہیں مروں گی۔



میں نے ایک چلہ کیا تھا۔ اس کا اثر الٹ ہو گیا۔ جس سپہ سالار نے مجھے زہر دیا تھا اس زہر نے میرے چلے کو الٹ کر دیا۔ میں مر گئی مگر اب پھر زندہ ہو گئی ہوں اور اب کبھی نہیں مروں گی۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں ابھی تابوت سے باہر نکل کر تمہیں ہڑپ کر جاؤں گی۔ میں جس روپ میں چاہے اپنے آپ کو تبدیل کر سکتی ہوں۔ میں ہاتھی بن سکتی ہوں۔ میں شیر بن سکتی ہوں۔ میں اژدہا بن سکتی ہوں۔ میں تمہیں شیر بن کر کھاؤں گی"۔

عنبر سلامبو کی لاش کی طرف دیکھ کر اب بھی مسکرائے جا رہا تھا۔

سلامبو کی لاش سے برداشت نہ ہو سکا کہ ایک نازک سا نوجوان اس کے اوپر کھڑا اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اس نے تابوت میں لیٹے لیٹے ایک ہاتھ اٹھا کر اپنے دل پر رکھا اور گہرا سانس لیا۔ پھر زبان سے کہا۔

"شاہ قلزمات!"

اتنا کہنا تھا کہ تابوت میں سے سلامبو کی جگہ ایک خونخوار قسم کا طاقتور شیر انگڑائی لے کر اٹھا اور اچھل کر تابوت سے باہر آ گیا۔ عنبر ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اب بھی شیر کی طرف دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ شیر کو طیش آ گیا۔ وہ زور سے دھاڑا اور اس نے عنبر پر حملہ کر دیا۔ وہ اچھل کر عنبر کی طرف جھپٹا اور بھرپور طاقت کے ساتھ ایسے زور کا پنجہ عنبر کے سر پر مارا کہ کوٹھڑی کی فضا گونج اٹھی۔ اس کی جگہ اگر کسی دوسرے آدمی کی کھوپڑی ہوتی تو اس کا کہیں پتا نہ چلتا۔

لیکن ہوا یہ کہ شیر تڑپ کر دور جا گرا۔ اس کا پنجہ گویا کسی پتھر سے ٹکرایا تھا۔ شیر نے دوسری بار لپک کر حملہ کیا۔ اس بار شیر نے عنبر کے سر کو گردن تک اپنے منہ میں لے لیا اور زور سے چبایا۔ شیر نے چیخ مار کر عنبر کو چھوڑ دیا۔ اس کے دانت بڑے ہی سخت پتھر سے ٹکرا کر اپنی جگہ سے ہل گئے تھے۔ شیر جھنجھلا کر زور سے دھاڑا۔ اس نے عنبر پر جھپٹ کر اسے جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔ لیکن وہ خود ہی زخمی ہو گیا۔ اس کے پنجوں اور دانتوں سے خون بہنے لگا۔ عنبر کا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا۔ وہ لوہے کی چٹان بن کر اپنی جگہ کھڑا تھا۔ شیر اسے اپنی جگہ سے ذرا سا بھی ہلا نہیں سکا تھا۔

آخر عنبر نے مسکراتے مسکراتے ایک ہاتھ زور سے شیر کی گردن پر مارا۔ شیر لڑھکنیاں کھاتا ہوا دیوار کیساتھ زور سے ٹکرایا اور پھر گھبرا کر تابوت میں کود گیا۔ تابوت میں جاتے ہی وہ پھر سلامبو کی لاش بن گیا۔ اب سلامبو کی لاش کے بولنے کا وہ انداز نہیں تھا جو پہلے تھا۔ لاش تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گئی اور عنبر کے آگے سر جھکا کر بولی۔

"تم جیت گئے۔ میں ہار گئی۔ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ میرا مقابلہ ایک بڑے زبردست اور طاقت ور انسان سے ہے تو میں کبھی تمہارے سامنے بڑا بننے کی جرات نہ کرتی۔ مگر خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ تم کون

ہو اور تمہارے اندر یہ طاقت کہاں سے آئی ہے کہ تم پر موت اثر نہیں کرتی"۔

عنبر نے تابوت کے چبوترے پر لاش کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ملکہ سلامبو! میرا نام عنبر ہے۔ میں آج سے ڈھائی ہزار برس پہلے مصر کے ایک مشہور فرعون کے محل میں پیدا ہوا۔ مگر مجھے ایک سازش کی وجہ سے دریائے نیل میں پیدا ہوتے ہی بہا دیا گیا۔ میری چھوٹی سی کشتی کو ایک ملاح نے پکڑا۔ وہ مجھے اٹھا کر گھر لے گیا۔ میں نے اسی گھر میں پرورش پائی۔ جب میرا باپ مرنے لگا تو اس نے مجھے بتایا کہ اصل میں میں فرعون مصر کا بیٹا ہوں۔ اس وقت تک میرا فرعون باپ مر چکا تھا اور ماں دوسرے فرعون کے رحم و کرم پر زندگی بسر کر رہی تھی۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے پھر کبھی سنا دوں گا۔ میں اپنی ماں کو لے کر محل سے نکلا تو ایک سازش کا شکار ہو گیا۔ جنگل میں ایک درویش سے



ملاقات ہوئی اس نے مجھے خدا کی محبت سکھائی۔ پھر ایک جگہ پر مجھے ایک بد دعا دی گئی۔ یا دعا دی گئی اور میں ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیا۔ میں اس وقت سے لے کر آج تک زندہ ہوں۔ میں مرا نہیں اور نہ موت میری قسمت میں ہے۔ میں ہر دور میں سے گزرا ہوں۔ میں نے تمہارا دورِ حکومت بھی دیکھا ہے ملکہ سلامبو! اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہیں تمہارے وزیر نے زہر دے کر ہلاک کیا تھا"۔

ملکہ سلامبو کی لاش نے عنبر کی آپ بیتی سنی تو بڑی حیران ہوئی۔ اس نے کہا۔

"عنبر! مجھے تمہاری سچی آپ بیتی نے بڑا متاثر کیا ہے۔ میں بھی ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئی۔ مگر میں مر کر زندہ ہوئی ہوں اور لاش بن کر قیامت تک زندہ رہوں گی۔ ایک زندہ انسان کی شکل میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ مگر تم ایک چلتے پھرتے انسان کی شکل میں زندہ ہو۔ تم مجھ سے

بڑے ہو۔ میں تمہیں آج سے اپنا بھائی بناتی ہوں۔ میں ہمیشہ تمہارے کام آؤں گی۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہوگی وہ میں تمہیں لا کر دوں گی۔ کیونکہ میں کالے علم کا چلہ کاٹ رہی تھی اور اس علم کے ذریعے میں بہت کچھ کر سکتی ہوں"۔

عنبر نے کہا۔

"اچھی بہن سلامبو! میں خوش ہوں کہ تم نے مجھے اپنا بھائی بنا لیا ہے۔ میری ایک بہن ماریا بھی ہے جو ملک جاپان کے شہر کیوشو میں ہے۔ میں نے اسے اپنے بھائی ناگ کے پاس بادشاہ کیوشو کے محل میں چھوڑا تھا۔ غدار وزیر نے میرے خلاف سازش کی اور مجھے رسیوں میں جکڑ کر دریا کی لہروں کے حوالے کر دیا۔ بڑی مشکل سے ایک بحری ڈاکوؤں کے جہاز والوں نے مجھے اٹھایا اور اپنا قیدی بنا لیا۔ وہ مجھے قتل کرنے لگے۔ مگر میری طاقت ان پر ظاہر ہو گئی۔ انہوں نے مجھے ایک بندرگاہ پر اتار دیا۔ وہاں سے ایک جہاز میں بیٹھ کر حبشہ کے ملک میں آ گیا اور واپس جاپان جانے والے جہاز کا انتظار کر رہا تھا کہ اس پراسرار مکان کے قریب سے گزرا۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں اس مکان کے اندر جانے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی اور میں اندر چلا آیا"۔

ملکہ سلامبو نے کہا۔

"مگر اندر آنے کے تو سارے دروازے بند تھے تو کہاں سے آئے؟"

عنبر بولا۔

"میں اس مکان کی چھت والے روشندان کی سیڑھی سے اندر آیا تھا۔ ہاں یہ بتاؤ کہ یہ سیڑھی کس نے روشن دان کے ساتھ لٹکا رکھی ہے؟"۔

سلامبو کہنے لگی۔

''اس کا راز تم پر ابھی کھل جائے گا۔ میرے تابوت کو ایک مکار اور لالچی ڈاکو اہرام سے نکال کر یہاں لے آیا تھا۔ اس نے میرے تابوت میں میرے ساتھ دفن کیا ہوا سارا سونا اور ہیرے جواہرات چرا لیا اور اب وہ میرے جسم کے ساتھ لپٹی ہوئی پٹیاں بھی اتارنا چاہتا ہے۔ میں یہ سب کچھ دیکھتی رہی مگر مجبور تھی۔ اس لیے کہ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ کسی عام آدمی کے تابوت کھولنے سے زندہ نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ راز بھی اب معلوم ہوا کہ میرے تابوت کو صرف وہی آدمی کھول کر مجھے زندگی بخش سکتا تھا جو خود ہزاروں سال سے زندہ ہو اور جس پر موت حرام ہو چکی ہو۔ یہ تم ہی تھے۔ میں تمہارا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہو گا''۔

عنبر نے پوچھا۔



''تو کیا وہ ڈاکو آج آ رہا ہے؟''

''اسی ڈاکو نے روشندان کے ساتھ سیڑھی لٹکا رکھی تھی۔ وہ اسی سیڑھی کے ذریعے نیچے اتر کر میرے تابو کے پاس آتا تھا، میرے ہیرے جواہرات چرا کر لے جاتا تھا۔ وہ آج میری لاش کی ریشمی پٹیاں چرانے آئے گا۔ اسے یہ ہی معلوم ہو گا کہ میں مر چکی لاش ہوں۔ ممی ہوں۔ میں زندہ رہوں گی۔ لیکن میں جان بوجھ کر لاش بن کر تابوت میں لیٹی رہوں گی۔ آگے تم یہاں کسی جگہ چھپ کر دیکھنا کہ میں اس کا کیا حشر کرتی ہوں۔ ہاں یہ بتاؤ عنبر کہ تم یہاں کس جگہ ٹھہرے ہوئے ہو؟''

عنبر نے کہا۔

''میں ایک جنگل میں رہتا ہوں''۔

''کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی رہتا ہے؟''

''نہیں میں وہاں اکیلا رہتا ہوں۔ اصل میں وہ ایک جادوگر کی جھونپڑی تھی۔اس جادوگر نے بھی مجھے ہلاک کر کے میرا خون پینے کی کوشش کی تھی مگر خود ہلاک ہو گیا۔اب میں اس کی جھونپڑی میں بیٹھا جاپان کی طرف جانے والے جہاز کی راہ دیکھ رہا ہوں''۔

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں باہر والے کمرے میں کھڑ کھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔سلامبو کی لاش نے کہا۔

''وہی ڈاکو آرہا ہے۔تم یہیں کہیں چھپ جاؤ۔وہ مجھے لاش سمجھے گا۔آج اس کی موت اسے میرے پاس لا رہی ہے۔۔جلدی کرو۔۔وہ آرہا ہے''۔

عنبر جلدی سے کوٹھڑی میں پتھروں کی ایک آگے کو بڑھی ہوئی دیوار کے پیچھے چھپ گیا۔وہ اسی طرح چھپا تھا کہ ذرا سا چہرہ آگے نکال کر تابوت کو صاف صاف دیکھ رہا تھا۔۔سلامبو کی لاش جو کہ تابوت کے اندر اٹھ کر بیٹھی ہوئی تھی چت لیٹ گئی۔باہر آنے والے کمرے میں کسی کے قدموں کی بوجھل آواز کوٹھڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

عنبر سانس روک کر خاموش کھڑا رہا۔کوٹھڑی کی دیوار کے پتھر ایک طرف ہٹے اور ایک سایہ اندر داخل ہوا۔اس سائے نے منہ سر لپیٹ رکھا تھا۔وہ تابوت کے قریب آکر آس پاس نظریں گھما کر دیکھنے لگا۔یوں لگتا تھا جیسے اسے شک پڑ گیا ہے کہ اندر کوئی موجود ہے۔

عنبر بہت ہی آہستہ آہستہ سانس لے رہا تھا۔اتنی آہستہ کہ خود اسے اپنے سانس کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ڈاکو کا سایہ اب سلامبو کی لاش پر جھک گیا۔وہ شاید جھک کر لاش کی ریشمی پٹیاں اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس زمانے میں بادشاہوں اور ملکاؤں کی لاشوں کی ریشمی پٹیوں کی بڑی قدر و قیمت تھی اور سونے کے بھاؤ تل کر بکتی تھیں۔

خدا جانے سلامبو کی لاش کیا سوچ رہی تھی۔

ڈاکو اس پر جھکا ہوا تھا کہ اچانک اس کی دردناک چیخ کی آواز فضا میں گونج گئی۔ عنبر جلدی سے دیوار کے پیچھے سے نکل آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ڈاکو کی گردن ڈھلکی ہوئی ہے۔ سلامبو کی لاش نے اپنے دونوں بازوؤں سے ڈاکو کو دبوچ رکھا ہے اور اپنا منہ ڈاکو کی گردن سے لگا رکھا ہے۔ کوٹھڑی میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ صاف لگ رہا تھا کہ ڈاکو خوف سے مر گیا ہے۔ پیارے بچو! خود سے بھی اچانک موت واقع ہو جاتی ہے۔ خوف سے دل کی حرکت بند ہو جاتی ہے۔ اس لیے کبھی کسی شے سے خوف نہیں کھانا چاہیے۔ ہمیشہ ہمت اور حوصلے کو رکھنا چاہیے۔

کوٹھڑی کی خاموشی میں عنبر کو ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی جانور زبان سے لپ لپ کرتا پانی پی رہا ہو۔ وہ ایک دم چونک اٹھا۔ سلامبو کی لاش ڈاکو کی گردن میں اپنے دانت گاڑے اس کا خون پی رہی تھی

عنبر چپ چاپ اپنی جگہ پر کھڑا یہ مکروہ منظر دیکھتا رہا۔ وہ زندگی میں پہلی بار کسی مصری ممی کی لاش کو زندہ انسان کا خون پیتے دیکھ رہا تھا۔ سلامبو کی لاش نے شاید ڈاکو کے جسم کا سارا خون چوس کر پی لیا تھا۔ جب اس نے لاش کو چھوڑا تو وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑی۔

ڈاکو مر چکا تھا۔

عنبر سلامبو کے پاس گیا تو سلامبو کی لاش کے سفید ہونٹ خون میں لتھڑے تھے اور وہ مسکرا رہی تھی۔ یہ مسکراہٹ بڑی ڈرا دینے والی تھی۔ عنبر کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہاں سے چیخ مار کر بھاگ جاتا یا بے ہوش ہو کر لاش کے اوپر ہی گر پڑتا۔ لیکن عنبر کے دل سے خوف ہمیشہ کے لیے دور ہو چکا تھا۔

عنبر نے سلامبو سے پوچھا۔

"تم نے ڈاکو کا سارا خون پی لیا سلامبو؟"

سلامبو کے خون آلود ہونٹ مسکرا رہے تھے۔

"ہاں عنبر! میں اب انسانی خون پی کر ہی زندہ رہ سکتی ہوں"۔ عنبر کانپ گیا۔



# حبشی لڑکی

عنبر نے سلامبو کی لاش سے پوچھا۔

"سلامبو! کیا تم اب قیامت تک اسی تابوت میں لیٹی رہو گی؟"

"ہاں اگر میں زندہ نہ ہوتی تو ساری عمر اسی تابوت میں لیٹی رہتی لیکن اب میں زندہ ہو گئی ہوں اب میں اس تابوت میں ہی نہیں بلکہ باہر بھی نکل سکتی ہوں۔۔"

عنبر نے کہا

''لیکن اگر تم باہر نکلو گی تو لوگ تمہیں لاش دیکھ کر تمہارے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔ پھر تمہیں بڑی پریشانی ہو گی۔ اس کا تم کیا کرو گی۔

سلامبو کی لاش نے مسکرا کر کہا۔

''شاید تمہیں میری ایک خفیہ طاقت کا ابھی تک علم نہیں ہوا جو مجھ میں اب پیدا ہوئی ہے''۔

''وہ طاقت کون سی ہے سلامبو؟''

''وہ یہ ہے کہ میں جس وقت اور جہاں چاہے غائب ہو سکتی ہوں اور جس وقت اور جہاں چاہوں پھر سے ظاہر ہو سکتی ہوں۔''

عنبر یہ سن کر حیران ہوا کہ یہ تو اس کی بہن ماریا سے بھی آگے بڑھ گئی۔ اس میں تو اتنی طاقت نہیں کہ وہ جہاں چاہے ظاہر ہو جائے۔ وہ تو صرف جادو کے زور سے غائب کر دی گئی ہے۔ وہ اگر چاہے بھی تو ظاہر نہیں ہو سکتی۔ لیکن سلامبو کے اندر اتنی طاقت موجود ہے کہ وہ جب



اور جس وقت چاہے غائب ہو سکتی ہے اور جہاں چاہے ظاہر ہو سکتی ہے۔

اس نے حیرت سے کہا۔

''سلامبو بہن! یہ تو تمہارا بڑا کمال ہے۔ میں حیران ہوں کہ تمہارے اندر کیسی کیسی طاقتیں پیدا ہو گئی ہیں''۔

سلامبو کہنے لگی۔

''ہاں میرے بھائی! لیکن سچی بات یہ ہے کہ اگر تم یہاں آ کر میرے تابوت کا ڈھکنا نہ اٹھاتے تو میرے اندر کوئی معمولی سے معمولی طاقت بھی پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ اس کے لیے تمہارا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں اور قیامت تک میں تمہارے اس احسان کو نہیں بھولوں گی''۔

عنبر نے کہا

"اگر یہ بات تھی تو پھر تم نے شیر بن کر مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا"

سلامبو ہنس دی اور بولی۔

"پیارے عنبر بھائی! اس وقت مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ تم ہی وہ شخص ہو جو ڈھائی ہزار برس سے زندہ چلے آ رہے ہو۔ میں پھر سے زندہ ہونے کی خوشی میں یہ بھول گئی ہوں کہ جس شخص کے ڈھکنا کھولنے سے میں پھر سے زندہ ہو جاؤں گی وہ وہی ہو گا جو ڈھائی ہزار برس سے زندہ ہو گا۔ لیکن جب میرے حملے سے بھی تم بچ گئے اور مر نہ سکے تو میں لرز اٹھی اور ایک دم خیال آیا کہ تم تو میرے اوپر احسان کرنے والے ہو۔ تم نے ہی تو مجھے دوبارہ زندگی بخشی ہے اور میرے اندر کی طاقتوں کو بیدار کیا ہے۔ پھر میں نے تم سے معافی مانگی اور اب میں ایک بار پھر تم سے معافی مانگتی ہوں"۔

عنبر نے کہا:



"نہیں نہیں سلامبو! معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک بات پوچھوں؟"

"ضرور پوچھو! میں تم سے کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولوں گی تمہیں ہر بات سچ سچ بتا دیا کروں گی"۔

عنبر نے پوچھا۔

"کیا تم ہر روز ایک انسان کا خون پیا کرو گی؟"

سلامبو کہنے لگی۔

"نہیں عنبر بھائی ایسا نہیں ہے۔ میں روزانہ ایک بکرے یا گائے بھینس یا گیدڑ اور لومڑ کا خون پی کر بھی اپنی پیاس بجھا سکتی ہوں لیکن اگر کسی نے میرے ساتھ دشمنی کی یا کوئی تمہارا دشمن ہوا تو میں اس کا خون بڑے شوق سے پیوں گی۔ میں کسی بے گناہ یا نیک آدمی کو کبھی تنگ نہیں کروں گی"۔

''کیا ڈاکو صرف تمہاری چیخ سن کر ہی بے ہوش ہو گیا تھا؟''

سلامبو نے کہا۔

''ہاں عنبر! انسان، گیدڑ، لومڑ یا بکرے کو دیکھ کر اس کا خون پینے سے پہلے میں ایک چیخ مارا کروں گی۔ جس کی آواز سنتے ہی وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ پھر میں بڑے مزے سے اس کا سارا خون پی جاؤں گی''۔

عنبر نے کہا۔

''کیا تمہیں خون پینا برا نہیں لگتا؟''

سلامبو زور سے قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

''عنبر! میں ایک مردہ لاش ہوں جو زندہ ہو گئی ہے۔ تم مجھے زندہ انسان نہ سمجھو۔ مردہ لاش کے لیے کسی انسان یا جانور کا خون پینا کوئی بری بات نہیں ہے''۔

اس کے جسم کو ہاتھ لگا کر چھویا جا سکتا تھا۔ جب کہ سلامبو کی لاش کو غائب حالت میں بالکل نہیں چھوا جا سکتا تھا۔ وہ بالکل ہی غائب ہو گئی تھی۔ اسے سلامبو کی آواز سنائی دی۔

''کیوں عنبر؟ اب تمہیں یقین آ گیا کہ میں غائب ہو سکتی ہوں۔''

''ہاں سلامبو! مجھے یقین آ گیا ہے۔ تم واپس آ جاؤ''۔

اور سلامبو واپس آ گئی۔ اس کی لاش دوبارہ تابوت کے اندر ظاہر ہو گئی۔ وہ اسی طرح تابوت کے اندر لیٹی تھی۔ اور عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ عنبر نے کہا۔

''سلامبو! میں تمہاری خفیہ طاقت کو مان گیا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم غائب ہو کر دوبارہ واپس آ سکتی ہوں''۔

سلامبو نے کہا!

''میرے بھائی عنبر! تم نے مجھے دوبارہ ہمیشہ کی زندگی دے کر مجھ پر

اس کے جسم کو ہاتھ لگا کر چھویا جا سکتا تھا۔ جب کہ سلامبو کی لاش کو غائب حالت میں بالکل نہیں چھوا جا سکتا تھا۔ وہ بالکل ہی غائب ہو گئی تھی۔ اسے سلامبو کی آواز سنائی دی۔

"کیوں عنبر؟ اب تمہیں یقین آ گیا کہ میں غائب ہو سکتی ہوں۔"

"ہاں سلامبو! مجھے یقین آ گیا ہے۔ تم واپس آ جاؤ"۔

اور سلامبو واپس آ گئی۔ اس کی لاش دوبارہ تابوت کے اندر ظاہر ہو گئی۔ وہ اسی طرح تابوت کے اندر لیٹی تھی۔ اور عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"سلامبو! میں تمہاری خفیہ طاقت کو مان گیا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم غائب ہو کر دوبارہ واپس آ سکتی ہوں"۔

سلامبو نے کہا!

"میرے بھائی عنبر! تم نے مجھے دوبارہ ہمیشہ کی زندگی دے کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم مجھے جس ملک میں، جب اور جہاں بھی بلاؤ گے۔ میں اسی جگہ پہنچ جاؤں گی اور مجھ سے جتنی بھی تمہاری مدد ہو سکے گی کروں گی۔ جو کچھ میرے اختیار میں ہو گا وہ میں تمہارے لیے کروں گی۔ اب تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ کیونکہ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ میں دو ڈھائی ہزار برس سے جاگ رہی ہوں۔ آج دو ہزار سال بعد میں پھر آرام سے سوؤں گی۔

عنبر نے کہا۔

"تم آرام کرو سلامبو! میں جا رہا ہوں۔ میں تمہارے وعدے کو یاد رکھوں گا۔ اگر زندگی میں مجھے تمہاری ضرورت محسوس ہوئی اور تمہاری مدد کی ضرورت پڑی تو میں تمہیں ضرور یاد کروں گا"۔

"اور میں ضرور تمہاری مدد کو وہاں پہنچوں گی"۔

"لیکن سلامبو! میں تمہیں کس طرح بلاؤں گا۔ بس یہ آخری بات بتا

دو"۔

"تم صرف میرا نام لے کر مجھے آواز دینا۔ میں اسی وقت تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی"۔

"اچھا سلامبو! شب بخیر"۔

"شب بخیر"۔

سلامبو نے نیند بھری آواز میں کہا۔ اس کو نیند آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں جو دو ہزار سالوں سے کھلی تھیں۔ بے خواب تھیں تیند کی وجہ سے بوجھل ہونے لگی تھیں۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور وہ گہری نیند سوگئی۔ عنبر نے اس سے پہلے کبھی کسی مردہ لاش کو سوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ آج اس کے سامنے ایک لاش گہری نیند میں کھوئی ہوئی تھی۔ اسے یہ سب بڑا عجیب سا لگا۔ یہی کہ ایک لاش زندہ ہوتی ہے۔ اس سے باتیں کرتی ہے۔ شیر کے روپ میں سامنے آتی ہے۔ پھر ایک آدمی کا اس کی کی آنکھوں کے سامنے خون پیتی ہے۔ پھر غائب ہو کر دوبارہ حاضر ہوتی ہے اور پھر سو جاتی ہے۔

ڈاکو کی بے جان مردہ لاش ممی سلامبو کے چبوترے کے پاس ہی فرش پر پڑی تھی۔ عنبر نے اسے اٹھانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ کیونکہ اسے پتا تھا کہ یہ لاش اپنے گل سڑ کر کوٹھڑی کے اندر ہی مٹی بن جائیگی۔ عنبر بڑی خاموشی سے آگے بڑھا۔ سلامبو بڑے سکون کے ساتھ گہری نیند سو رہی تھی۔ عنبر نے تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا اور دیوار کے شگاف میں سے باہر نکل کر مکان کے بڑے کمرے میں آ گیا۔

یہاں رسی کی سیڑھی اسی طرح لٹک رہی تھی۔ وہ سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ وہ روشندان میں سے نکل کر اوپر مکان کی چھت پر آ گیا۔ یہاں سے وہ درخت کی شاخوں میں سے ہوتا زمین پر اتر آیا۔ شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ اور مکان کے ویران باغ کے درختوں

تلے ہلکا ہلکا اندھیرا چھانے لگا تھا۔عنبر جب اس مکان میں داخل ہوا تھا تو اسے ہرگز یقین نہیں تھا کہ جب وہ مکان سے باہر نکلے گا تو مصر کی ایک دو ہزار پرانی ممی سلامبو کے بارے میں اتنی ڈھیر ساری معلومات لے کر اس سے مل کر، اس سے باتیں کرکے اور اس کی پراسرار طاقتوں کا تماشا دیکھ کر باہر نکلے گا۔

اس نے جنگلے کو پھاندا اور باہر تالاب کے کنارے آ گیا۔ یہاں سے ہو کر وہ اس گلی میں آ گیا جو آگے چل کر حبشہ کے چھتے ہوئے بازار میں نکل گئی تھی۔ اس بازار میں دکانوں پر روشنی ہو رہی تھی۔دکانیں سجی ہوئی تھیں اور لوگ بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔قہوہ خانوں کے باہر افریقی اور سوڈان کے باشندے لکڑی کے بنچوں پر بیٹھے قہوہ پی رہے تھے۔اور بڑی گرمجوشی سی باتیں بھی کر رہے تھے۔عنبر کا دل قہوہ پینے کو چاہا۔وہ ایک قہوہ خانے کے باہر خالی بنچ پر بیٹھ گیا۔ایک افریقی غلام نے جھک کر پوچھا۔

”آقا! قہوہ حاضر کروں؟“

”ہاں“۔

غلام قہوہ کی پیالی عنبر کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔عنبر بڑے سکون سے قہوے کے ہلکے ہلکے گھونٹ پیتے ہوئے سلامبو کی زندہ لاش کے بارے میں سوچنے لگا۔ اتنے میں ایک بوڑھا حبشی وہاں آیا۔ وہ پریشان تھا۔اور قہوہ پینے والے لوگوں میں کسی خاص آدمی کو تلاش کر رہا تھا۔ آخر وہ ایک موٹی گردن والے یہودی کے پاس جھک کر بولا۔

”آقا! میری بیٹی مر رہی ہے۔اس کی بری حالت ہے۔ دیوتا تم پر مہربان ہوں۔میرے ساتھ چل کر میری بچی کی جان بچا لو۔تم حکیم ہو تمہارے سوا اسے کوئی نہیں بچا سکتا“۔

موٹی گردن والے یہودی نے بڑی نفرت سے کہا۔

"بوڑھے غلام! تم میرا علاج نہیں کرا سکتے۔ میں کسی کا علاج سونے کے ایک ہزار سکے لے کر کرتا ہوں۔ کیا تمہارے پاس اتنے پیسے ہیں؟"

بوڑھے افریقی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میں غریب ہوآ قا۔ میرے پاس بڑی مشکل سے ایک وقت کی روٹی ملتی ہے۔ میں ساری عمر تمہارا غلام بن کر خدمت کروں گا۔ لیکن چل کر میری بچی کی جان بچالو"۔

یہودی نے اسے ٹھوکر مار کر پرے گرا دیا۔

'بھاگ جاؤ میری آنکھوں کے سامنے سے۔ نہیں تو تمہاری زبان کھینچ لوں گا"۔

بوڑھا افریقی فرش پر گر پڑا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عنبر





کو بڑا غصہ آیا۔ وہ اٹھ کر موٹے یہودی کے پاس گیا اور بولا۔

"تمہیں ایک دکھی اور غریب بوڑھے کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

یہودی نے غرا کر کہا۔

"اگر تمہیں اس پر ترس آتا ہے تو تم جا کر اس کی بیٹی کا علاج کر لو۔ برخوردار اس کی بیٹی کے جسم سے سارا خون نکل چکا ہے اور وہ کوئی دم کی مہمان ہے۔ وہ ابھی مر جائے گی"۔

عنبر نے کہا۔

"اب میں اس کا علاج کروں گا۔ وہ کبھی نہیں مرے گی۔ تم صبح اسے بھلی چنگی چلتے پھرتے دیکھو گے"۔

پھر عنبر نے بوڑھے افریقی سے کہا۔

"چلو بابا! مجھے اپنے ساتھ گھر لے چلو۔ میں چل کر تمہاری بچی کا

علاج کروں گا"۔

بوڑھا افریقی بڑی حیرانی سے عنبر کا منہ تکنے لگا۔ اسے تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہو گیا تھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ ایک نوجوان سا لڑکا اس کی مرتی ہوئی بچی کا علاج کر کے اسے پھر سے زندگی بخش سکے گا۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ وہ عنبر کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ بوڑھے افریقی کا گھر شہر کے اندر ہی ایک بڑی ہی گندی اور غریب سی جگہ پر تھا۔ ایک کوٹھڑی کا کچا مکان تھا۔ جس کے اندر مٹی کا دیا جل رہا تھا۔ تخت پر ایک بے حد کمزور اور دبلی پتلی افریقہ لڑکی پڑی زندگی کے آخری سانس لے رہی تھی۔ یہودی کے کہنے کے مطابق اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نظر نہ آتا تھا۔ وہ اکھڑے اکھڑے سانس لے رہی تھی۔ اس کا منہ کھلا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ وہ نہ بول رہی تھی اور نہ کچھ سن رہی تھی۔



عنبر نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ لڑکی کی نبض ڈوب رہی تھی۔ نبض کی دھڑکن بہت ہی ہلکی محسوس ہو رہی تھی۔ بوڑھے افریقی باپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عنبر نے اسے تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم کہیں سے پیاز اور ہلدی پیدا کر سکتے ہو بابا؟"

"ہاں میرے بچے! گھر میں تھوڑی سی ہلدی اور پیاز کی ایک گٹھی موجود ہے"۔

"وہ جلدی سے لا دو"۔

# آدھی رات

بوڑھا افریقی اسی وقت پیاز اور ہلدی لے آیا۔

عنبر نے پیاز کو کوٹ کر اس میں ہلدی ملائی۔ پھر جیب میں سے ایک
چھوٹی سی نیلے رنگ کی شیشی لے کر اس میں سے سرخ رنگ کا ایک
سفوف نکال کر اس میں ملایا اور اس کا لیپ لڑکی کے ماتھے پر کر دیا۔
لیپ کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی لڑکی کا سانس جو اکھڑا اکھڑ کر چل رہا
تھا ایک دم ٹھیک ہو گیا۔ اس کی نبض بھی درست ہو گئی۔ بخار کم ہو گیا



اور لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔ بوڑھے افریقی نے اپنی بچی کو موت
کے منہ سے باہر آتے دیکھا تو عنبر کے آگے ہاتھ جوڑ کر بولا"

"میرے بچے تم تندرستی کا فرشتہ بن کر میرے غریب گھر میں
اترے ہو۔ تم نے میری پیاری بچی کو موت کے منہ سے بچا لیا ہے"۔

افریقی لڑکی نے بڑی بڑی پلکیں اٹھا کر اپنے باپ اور عنبر کو دیکھا اور
کمزور آواز میں پوچھا۔

"بابا! میں کہاں ہوں؟"

بوڑھے باپ نے بڑی شفقت سے بچی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تم اپنے گھر میں ہو میری بچی"۔

لڑکی نے کہا۔

"میں زندہ ہوں ناں بابا"۔

"ہاں بیٹا تم زندہ ہو۔ اس نو جوان نے تمہارا علاج کر کے تمہیں پھر

زندہ کر دیا ہے۔ تمہیں اس نوجوان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔''

لڑکی نے احسان بھری نظروں سے عنبر کی طرف دیکھا اور کہا۔

''میں۔۔آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں''۔

عنبر نے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں بہن! میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ مجھ سے جو ہو سکتا تھا میں نے کیا۔ میرے پاس تمہاری بیماری کا علاج موجود تھا۔ وہ میں نے کر دیا۔ اب تم بالکل درست ہو گئی ہو۔ پھر یہ بخار تمہیں کبھی نہیں چڑھے گا۔

پھر عنبر نے اس کے باپ سے کہا۔

''بابا! تم اس شہر میں کیا کرتے ہو؟ اس لڑکی کی ماں کہاں ہے۔

بوڑھے افریقی نے کہا۔

''یہ بڑی لمبی کہانی ہے بیٹا۔ یہ چھوٹی سی تھی کہ اس کی ماں مر گئی۔ میں نے ہی اسے پال پوس کر بڑا کیا۔ میں بڑا ہی بدنصیب ہوں کہ جب یہ جوان ہو گئی تو اس کی شادی نہ کر سکا''۔

''وہ کیوں بابا؟ اسکی شادی کرنے میں کونسی رکاوٹ ہے؟''

عنبر کے پوچھنے پر بوڑھے افریقی نے کہا۔

''میرے بچے! جس لڑکے کے ساتھ میری بچی کی شادی ہوئی تھی وہ اس شہر کے سب سے بڑے دولت مند جاگیردار کے محل میں زر خرید غلام بن کر زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کو اتنی اجازت نہیں ہے کہ وہ جاگیردار کے محل سے باہر نکل سکے۔ یا اپنی شادی کروا سکے۔ جاگیردار بڑا ظالم انسان ہے۔ اس نے کہہ رکھا ہے کہ اگر شادی کرو گے تو میں تمہیں کالے پانی بھیج کر تمہاری بیوی کو قتل کروا دوں گا''۔

عنبر نے کہا۔

''کمال ہے۔ یہ جاگیردار تو کوئی بڑا اسنگ دل آدمی لگتا ہے۔''

"ہاں بیٹا! وہ بڑا سنگ دل ہے۔ اس کے حکم کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ بادشاہ کا وزیر اس جاگیردار کا بھانجا ہے۔ وزیر کی شہہ پر وہ شہر میں من مانی کرتا پھرتا ہے۔ اور کوئی اسے پوچھنے والا نہیں ہے۔ اور پھر میں اس کے خلاف آواز بھی نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ اس نے میری بچی کے ہونے والے خاوند کو منڈی میں خریدا ہے اور وہ اس شہر کے قانون کے مطابق اس کے ساتھ جو چاہے سلوک کر سکتا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"بابا! تم کیا چاہتے ہو؟ جو تم چاہتے ہو وہ مجھے بتاؤ"۔

بوڑھے افریقی نے غمگین آواز میں کہا:

"میں کیا اور میری خواہش کیا ہے بیٹے! ہوگا تو وہی جو جاگیردار چاہے گا"۔

عنبر نے بوڑھے افریقی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"بابا! تم گھبراؤ نہیں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم یہی چاہتے ہو کہ تمہاری بچی کی شادی اس کے منگیتر سے ہو جائے؟"

"ہاں بیٹا! ہر باپ کی یہی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ جاگیردار لڑکے کو محل سے کبھی نہیں نکلنے دے گا۔ اگر اس نے محل سے بھاگ کر شادی کر بھی لی تو جاگیردار دونوں کو ختم کر دے گا"۔

عنبر نے کہا۔

"بابا! میں یہ شادی کروا سکتا ہوں"۔

بوڑھے افریقی نے خوشی اور حیرانی سے عنبر کی طرف دیکھا بھلا یہ دبلا پتلا سا نوجوان کیسے ایک جابر جاگیردار کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

اس نے کہا۔

"میرے بچے! تم ناممکن چیز کو ممکن کیسے بنا سکتے ہو؟ تم کیوں خواہ

مخواہ اپنی جان مصیبت میں پھنساتے ہو۔ میری بچی کی قسمت میں جو لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ تم نے ہم پر یہی احسان کم کیا ہے کہ میری بچی کو موت کے منہ سے بچالیا ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"سنو بابا! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک اور سچ سچ کہہ رہا ہوں۔ میں لڑکے کو جاگیردار کے محل سے لے آؤں گا ان دونوں کی شادی بھی کروادوں گا۔ لیکن اس کے بعد تمہیں ان دونوں کو اس ملک سے باہر بھیج دینا ہوگا تاکہ جاگیردار کے غلام اور سپاہی میرے بعد تمہاری بیٹی اور داماد کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکیں۔ کیونکہ اس شہر میں ساری عمر نہیں رہ سکتا۔"

عنبر کی باتیں لڑکی بھی بڑے غور سے آنکھیں بند کیے سن رہی تھی۔

اس نے عنبر کے اس آخری جملے پر کہا۔

"بھائی! یہ بتاؤ کہ تم کس طرح میری مدد کر سکتے ہو؟ تم کس ترکیب سے میرے منگیتر کو جاگیردار کے بھیانک محل سے یہاں لا سکتے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ بات تم مجھ پر چھوڑو میری بہن! کیا تم شادی کے بعد اپنے بابا اور خاوند کے ساتھ یہ شہر چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جا کر خوشی سے آباد ہو سکتی ہو؟"

لڑکی نے جلدی سے کہا۔

"کیوں نہیں۔ میں ایسا کر سکتی ہوں"۔

عنبر نے بوڑھے افریقی سے پوچھا۔

"کیوں بابا کیا تم بھی تیار ہو؟"

بوڑھا بولا

"اگر کسی طرح تم غلام لڑکے کو جاگیردار کے محل سے باہر نکال کر

ہمارے پاس لادو تو ہم تینوں یہاں سے عمران کے شہر میں چلے جائیں گے جو یہاں سے ایک رات کے سفر پر ہے۔ وہاں میرا ایک بیٹا کوتوال شہر کا چوکیدار ہے۔ وہاں ہم بڑے امن کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ عمران شہر میں اس شہر کا قانون بھی لاگو نہیں ہوتا۔“

عنبر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آج آدھی رات کو تمہارا ہونے والا داماد اپنے آپ محل سے نکل کر اس گھر میں موجود ہوگا۔ پھر تم لوگ جس طرف چاہے یہاں سے نکل جانا۔ اب میں جاتا ہوں۔ صبح کو حاضر ہوں گا“۔

بوڑھے نے کہا۔

”بیٹا تم کہاں جا کر رہو گے اسی غریب گھر میں رات بسر کیوں نہیں کر لیتے؟“

عنبر نے کہا۔



”نہیں بابا۔ میرا اپنے گھر جانا بہت ضروری ہے۔ میں صبح آؤں گا۔ فکر نہ کرو بہن! آدھی رات کو تمہارا منگیتر یہاں موجود ہوگا۔“

عنبر چلا گیا۔ بوڑھا افریقی اسے گلی کے باہر تک چھوڑنے آیا جنگل والے جھونپڑے میں پہنچ کر عنبر نے پہلا کام یہ کیا کہ آنکھیں بند کر کے سلامبو کی لاش کو یاد کیا اور پھر اسے آواز دی۔

”سلامبو! سلامبو! میں تمہیں یاد کرتا ہوں۔ میری مدد کو آؤ“۔

ابھی اس نے اپنا جملہ ختم ہی کیا تھا کہ فضا میں پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز سنائی دی اور پلک جھپکنے میں سلامبو کی ممی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ عنبر سلامبو کے وعدے کو آزمانا بھی چاہتا تھا۔ سلامبو کی لاش کو اپنے سامنے دیکھ کر عنبر بڑا خوش ہوا کہ سلامبو نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔ سلامبو نے پوچھا۔

”عنبر بھائی! مجھے کس لیے یاد کیا؟ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟“

عنبر نے کہا۔

"سلامبو بہن میں معافی چاہتا ہوں کہ بہت جلد میں نے تمہیں تکلیف دی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ایک غریب باپ کی بچی بڑی مصیبت میں ہے"۔

سلامبو نے کہا۔

"اس کی مصیبت مجھے کھول کر بیان کرو"۔

عنبر نے ساری بات کھول کر بیان کر دی۔ سلامبو نے کہا۔

"یہ کونسی بڑی بات ہے۔ آج آدھی رات کو افریقی لڑکی کا منگیتر اس کے گھر میں ہوگا"۔

عنبر نے کہا۔

"لیکن سلامبو بہن! تمہیں ایک اور تکلیف بھی کرنی ہوگی"۔

"وہ کیا ہے عنبر؟"

"وہ یہ کہ یہ لوگ بے حد غریب ہیں۔ ان کے پاس گھوڑے بھی نہیں ہیں کہ عمران کے شہر کو بھاگ کر جا سکیں۔ تمہیں دو گھوڑے بھی وہاں لا کر دینے ہوں گے"۔

"فکر نہ کرو۔ ایسا ہی ہوگا۔ ان لوگوں کو جس جس چیز کی ضرورت ہو گی وہ ان کے پاس آدھی رات کے بعد موجود ہوگی"۔

سلامبو چلی گئی اور عنبر اگلی صبح تک کے لیے سو گیا۔

آدھی رات سے کچھ دیر پہلے بوڑھا افریقی اور اس کی بچی گھر میں جاگ رہے تھے۔ لڑکی کا بخار اتر چکا تھا۔ اور وہ بالکل اچھی ہو گئی تھی۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عنبر یہ کام کر دے۔ وہ تو ایک دبلا پتلا سا نوجوان ہے۔

"بے چارہ ہمارا دل بہلا کر چلا گیا ہے۔ بھلا وہ کہاں جابر جاگیر دار کے محل سے ہمارے بچے کو یہاں سے نکال کر لا سکتا ہے"۔

لڑکی نے کہا۔

"نہیں بابا! چاہے تم جو کچھ کہو۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ لڑکا یہ کام ضرور کرے گا اور میرا ہونے والا خاوند یہاں پہنچ جائے گا"۔

اتنے میں آدھی رات ہوگئی۔

اچانک دروازے کا پٹ کھلا اور بوڑھے کا ہونے والا داماد وہاں آ گیا۔ بوڑھا افریقی اور لڑکی اسے اپنے سامنے پا کر حیران رہ گئے۔ لڑکے نے کہا۔

"بابا! میں یہاں کیسے آ گیا؟"

بوڑھے نے کہا۔

"بیٹا یہ بات تو ہم تجھ سے پوچھنے والے تھے"۔

لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں ہاں! ہمیں بتاؤ کہ تم جاگیردار کے محل سے یہاں کیسے پہنچ گئے؟"۔

غلام لڑکے نے کہا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ صرف اتنا یاد ہے کہ میں گھوڑوں کے اصطبل میں سویا تھا کہ کسی نے زور سے میرا کندھا جھنجھوڑا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پھر کسی نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر مجھے کندھے سے پکڑ کر باہر کو کھینچا۔ پھر میں ہوا میں اڑ رہا تھا اور ایک دم سے کسی نے اس گلی کے باہر مکان کے دروازے پر اتار کر رکھ دیا۔ اور تم یہ سن کر بھی حیران ہو گے کہ اس وقت مکان کے باہر تین گھوڑے بھی موجود ہیں"۔

بوڑھا افریقی اور لڑکی یہ سن کر دنگ رہ گئے۔ وہ جلدی سے باہر آئے۔ سچ مچ مکان کے آگے تین بڑی اعلیٰ نسل کے گھوڑے کھڑے تھے۔ ایک گھوڑے کے اوپر گٹھڑی رکھی تھی۔ انہوں نے گٹھڑی اٹھا کر کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اندر اشرفیوں کی تھیلی۔ کھانے پینے کا سامان

اور تین جوڑے پوشاک کے ہیں۔ وہ یہ سب کچھ لے کر مکان کے اندر آ گئے۔ بوڑھے نے عنبر کا سارا واقعہ غلام لڑکے کو سنایا اور کہا۔

"اس نوجوان نے اپنی بات سچ کر دکھائی۔ پہلے اس نے میری بچی کو اچھا کیا اور اب تمہیں یہاں پہنچا دیا۔ بلکہ گھوڑے بھی ساتھ کر دیے اور یہ پوشاکیں اور سونے کی اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی بھی۔ اب ہم عمران شہر میں جا کر ساری عمر آرام سے بسر کر سکتے ہیں"۔

اتنے میں دروازہ کھول کر عنبر بھی اندر آ گیا۔

"میں اس لیے جلدی آ گیا ہوں بابا کہ تم لوگوں کو جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ صبح ہوتے ہی جب جاگیر دار کو معلوم ہوگا کہ غلام غائب ہے تو وہ اس کی تلاش میں آدمی دوڑائے گا۔ اگر تم لوگ اس وقت ہی نکل جاؤ تو صبح ہونے تک عمران شہر کے قریب پہنچ چکے ہو گے۔ پھر تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکے گا"۔

بوڑھے افریقی نے عنبر کو گلے لگا کر اس کا ماتھا چوما۔ اس نے اپنے ہونے والے داماد سے کہا۔

"بیٹا! یہی وہ نیک دل نوجوان ہے جس نے تمہیں جاگیر دار کی قید سے آزاد کیا۔ میری بچی کی جان بچائی اور اب تمہیں اتنی دولت دی ہے کہ ہم ساری زندگی سکون سے بسر کر سکیں گے۔ ٹھیک ہے عنبر بیٹے! ہم اسی وقت یہاں سے نکل جاتے ہیں"۔

لڑکی نے کہا۔

"بھائی تم نے ہمارے لیے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ اگر ہم ساری زندگی تمہارے پیر دباتے رہیں تو بھی حساب پورا نہیں ہوگا"۔

عنبر نے کہا۔

"بہن! میں نے ایک انسانی فرض ادا کیا ہے۔ میں نے کسی پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اب تم لوگ یہاں سے نکل جانے کی تیاریاں کرو"۔

غلام لڑکے نے بھی آگے بڑھ کر عنبر کے ہاتھ چوم لیے۔ اور کہا۔

''میرے آقا! آپ نے یہ سب کچھ کیسے کر دکھایا؟ کیا آپ کے پاس جادو ہے یا کوئی خفیہ طاقت ہے؟''

عنبر نے کہا۔

''یہ وقت اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔ تم کو آم کھانے سے مطلب ہے یا پیڑ گننے سے؟ تم ان لوگوں کو لے کر فوراً یہاں سے کوچ کر جاؤ اور کوشش کرو کہ صبح ہونے کے بعد ہی دوسرے شہر کی فصیل میں داخل ہو جاؤ تا کہ جاگیردار کے آدمی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں''۔

''بہت بہتر میرے آقا''

بوڑھا افریقی، لڑکی اور غلام لڑکا۔۔۔ تینوں نے باری باری عنبر سے ہاتھ ملایا۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ عنبر کو بے حد خوشی ہوئی کہ اس نے ایک غریب بوڑھے کی زندگی



کو خوشیوں کے پھولوں سے بھر دیا ہے۔

# سلیمانی انگوٹھی

دوسرے دن جاپان کو جانے والا جہاز بندرگاہ میں آن لگا۔

عنبر نے ضروری سامان ساتھ لے کر کرایہ ادا کیا اور دوسرے مسافروں کے ساتھ جہاز پر سوار ہو گیا۔ شام کو جہاز نے لنگر اٹھایا۔ بادبان کھلے اور جہاز نے گہرے نیلے سمندر میں جاپان کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔ یہ ایک لمبا سفر تھا۔ عنبر جہاز میں سوار ہو چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب وہ ایک نہ ایک دن جاپان اپنے بھائی ناگ اور



بہن ماریا کے پاس پہنچ جائے گا۔ ان سے مل کر انہیں کس قدر خوشی ہو گی۔

عنبر کو ہم جہاز پر چھوڑتے ہیں۔ اور اب واپس جاپان کے شہر کیوشو میں چل کر دیکھتے ہیں کہ ناگ کس حالت میں ہے۔ پہلے ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں کہ ناگ نے پوری تیاری کر کے تابوت والے مقبرے میں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ جہاں مقبرے کے بھوت نے ملکہ مصر کی روح کو قید کر رکھا تھا۔ اور جہاں ناگ کے خیال میں ماریا بھی کسی نہ کسی جگہ قید تھی۔ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ مقبرے کے بھوت نے ملکہ مصر کی روح کو قید کر رکھا تھا۔ اور جہاں ناگ کے خیال میں ماریا بھی کسی نہ کسی جگہ قید تھی۔ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ مقبرے کے بھوت نے ماریا بے چاری کو پتھر کی مورتی بنا کر مقبرے کی ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی کے تابوت میں لٹا رکھا ہے جہاں وہ بالکل ہل جل نہیں سکتی

تھی۔ صرف آوازیں سن سکتی تھی اور دیکھ سکتی تھی۔

ناگ دو چار روز کے بعد پوری طرح سے تیار ہو کر مقبرے والے تہہ خانے کی طرف چل پڑا۔ تیاری اس نے یہ کی تھی کہ اپنے ساتھ ایک تیز دھار والا خنجر چھپا کر رکھ لیا تھا تاکہ اگر کوئی اس پر حملہ کرے تو وہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ وہ شہر سے باہر نکل کر ٹیلے کے پاس آ گیا۔ ابھی دن نکلا ہی تھا اور شہر کی دیواروں پر صبح کی پہلی سنہری دھوپ چمکنے لگی تھی۔ جھاڑیوں اور گھاٹیوں میں سے ہوتا ہوا وہ غار کے دروازے پر آ گیا۔ یہاں بے شمار جنگلی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ناگ نے جھاڑیوں کو ہاتھوں سے ادھر ادھر ہٹایا اور غار کے اندر داخل ہو گیا۔

ادھر ناگ غار کے اندر داخل ہوا۔ ادھر مقبرے کے بھوت کو پتا چل گیا کہ کوئی انسان غار کے اندر داخل ہوا ہے۔ وہ اپنے اندھیرے گڑھے سے نکل کر باہر آ گیا اور مقبرے کے ایک طرف چھپ کر



دیکھنے لگا کہ غار میں کون آیا ہے۔ یہ اسے اس روز بھی احساس ہو گیا تھا مگر وہ ناگ کو دیکھ نہیں سکا تھا۔ کیونکہ ناگ نے سانپ کا بھیس بدل رکھا تھا۔ پھر بھی بھوت نے یہ کیا تھا کہ ماریا کی پتھر بنی لاش کو اٹھا کر ایک دوسرے تہہ خانے میں جا کر لٹا دیا تھا۔

ناگ ابھی غار میں آیا ہی تھا کہ اسے بھی کچھ یوں لگا جیسے اندر پہلے ہی سے کوئی موجود ہے۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے بھوت جاگ اٹھا ہو اور وہ بے خبری میں ناگ پر حملہ کر دے۔ ناگ نے فیصلہ کیا کہ وہ سانپ بن کر اندر جائے۔ چنانچہ اس نے آنکھیں بند کر کے زور سے سانس لیا اور ایک دم انسان سے سانپ بن گیا۔ سانپ بن کر وہ رینگ رینگ کر مقبرے کی دیوار پر آگے گزرنے لگا۔ مقبرے کے بالکل سامنے پہنچ کر وہ ایک طرف ہو کر چھپ گیا۔ بھوت نے جب دیکھا کہ اندر کوئی بھی نہیں آ رہا تو وہ اپنی جگہ سے باہر نکلا اور مقبرے

کے اردگرد چکر لگانے لگا ناگ نے دیکھا کہ بھوت اس وقت انسان کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ ناگ بڑا حیران ہوا کہ یہ بھوت انسان کی شکل میں کیسے آ گیا؟ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے بھوت انسان بن سکتا ہو۔

لیکن اسے کچھ یوں محسوس ہونے لگا تھا کہ یہ بھوت اصلی بھوت نہیں ہے۔ یا تو نقلی بھوت ہے اور یا پھر کوئی بڑا ہی زبردست اور چالاک جادوگر ہے جو یہاں رہ کر کالے علم کا چلہ کر رہا ہے۔ اور اس نے یقیناً جادو ٹونے کے زور سے ہی ملکہ بے چاری کی بے چین روح کو قید کر رکھا ہے۔ ناگ نے سب سے پہلے ماریا کو تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ دیوار میں پتھروں کے شگاف میں لیٹا بڑی خاموشی سے بھوت کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ بھوت نے مقبرے کے چاروں طرف گھوم کر جب اطمینان کر لیا کہ وہاں اس کے سوائے اور کوئی غیر شخص نہیں ہے تو وہ قبر کے پہلو میں آ کر جھکا اور گڑھے میں سے ایک مرتبان نکال کر سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مرتبان کے قریب منہ لے جا کر کہا۔

''سن اے ملکہ کی روح! میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ میری بات مان لے نہیں تو میں تمہیں اسی مرتبان کے اندر جلا کر بھسم کر دوں گا اور تم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں دھکیل دوں گا جہاں تم قیامت تک شعلوں میں جلتی رہو گی''۔

اچانک مرتبان میں سے ملکہ کی روح کی آواز آئی۔

''اے بھوت! اے عظیم جادوگر! میں مجبور ہوں''۔

بھوت نے چیخ کر کہا۔

''خبر جو مجھے پھر سے جادوگر کہا۔ میں جادوگر نہیں ہوں۔ میں اس مقبرے کا بھوت ہوں اور مجھ میں بڑی طاقت ہے۔ میں جس کو

چاہوں پتھر بنا کر قید کر سکتا ہوں"۔

ناگ نے بھوت کی زبان سے یہ بات سنی تو اس کا ماتھا ٹھنکا کہ ہو نہ ہو اسی بھوت یا جادوگر نے ماریا کو کسی جگہ پتھر بنا کر قید کر رکھا ہے اور یہ بھوت نہیں ہے بلکہ جادوگر ہے۔ اسی لیے وہ روح کی زبان سے جادو گر کا لفظ سننا گوارا نہیں کرتا۔ روح نے کہا۔

"اے عظیم بھوت! میں ایک بدنصیب بادشاہ کی بھٹکتی ہوئی بد نصیب روح ہوں۔ میں ایک کمزور اور بے بس ہوں تم مجھے کیوں تنگ کر رہے ہو؟ تم نے مجھے کیوں قید کر رکھا ہے؟ دیوتا تم پر مہربان ہوں۔ مجھے آزاد کر دے میں تو پہلے ہی اپنے بدقسمت بادشاہ کی روح کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی ہوں"۔

بھوت نے زبردست قہقہہ لگا کر کہا:

"میں تمہیں اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک کہ تم مجھے یہ نہ بتا دو کہ بادشاہ سلیمان کی سلیمانی انگوٹھی کس ملک کے کون سے غاروں میں بند ہے"۔

ملکہ کی روح نے کہا۔

"دیوتاؤں کی قسم لے لو مجھ سے۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ شاہ سلیمان کی انگوٹھی کون سے ملک میں اور اس ملک کے کون سے غار میں ہے۔ میں تو خود بھٹکتی پھرتی روح ہوں۔ میری پرواز اس زمین کے پہلے آسمان سے اوپر بھی نہیں ہے۔ پھر میں تمہیں کیسے بتا سکتی ہوں کہ سلیمانی انگوٹھی کہاں ہے؟"۔

بھوت نے گرج کر کہا:

"تم ایک روح ہو۔ تم اس زمین کو کھنگال کر پتا کر سکتی ہو۔ اگر تم وعدہ کرو کہ تم مجھے سلیمانی انگوٹھی کا سراغ لگا کر بتا دو گی تو میں تمہیں ابھی آزاد کر دوں گا۔۔ لیکن اس کے لیے تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگر تم

وعدے سے پھر گئیں تو میں تمہیں بھسم کر کے جہنم میں پھینک دوں گا"۔

اس کے ساتھ ہی بھوت نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر زور سے جھٹک دیے۔ ایک شعلہ سا زمین سے اٹھا تو مقبرے کی چھت سے جا ٹکرایا۔ بھوت نے ایک بار پھر ہاتھ جھٹکا۔ شعلہ ایک بار پھر بلند ہوا اور مقبرے کی چھت سے ٹکرا کر بجھ گیا۔ مرتبان کے اندر سے روح کی آواز آئی:

"معاف کر دو۔ معاف کر دو۔ میں بے گناہ ہوں۔ مجھے آگ میں مت پھینکو۔ میں بے گناہ ہوں۔ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں بد نصیب روح ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو"۔

"ہاہاہا۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔" بھوت نے قہقہہ لگا کر کہا "میں تم کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تمہیں سب معلوم ہے کہ سلیمانی انگوٹھی کہاں۔ تم کو میرے لیے سلیمانی انگوٹھی کا سراغ لگانا ہوگا۔ تم کو بتانا ہوگا کہ سلیمانی انگوٹھی کس ملک کے کس غار میں ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ابھی جاؤ اور جا کر پتا کرو کہ سلیمانی انگوٹھی کہاں ہے۔ مگر میں تمہیں آزاد نہیں کروں گا۔ تم مرتبان کے اندر ہی اپنے بادشاہ کی روح کو بلاؤ اور اس سے پوچھو کہ سلیمانی انگوٹھی کہاں ہے؟"

ملکہ کی روح نے التجا کرتے ہوئے کہا۔

"دیوتاؤں کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے نہ تو یہ معلوم ہے کہ سلیمانی انگوٹھی کہاں ہے اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے بد نصیب بادشاہ کی روح کہاں ہے۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ میں تو خود آسمان کے خلاؤں میں بھٹک رہی ہوں۔ میں خود اپنے بد نصیب بادشاہ کی روح کو تلاش کر رہی ہوں"۔

بھوت نے زور سے مرتبان پر ہاتھ مارا۔

"تم جھوٹ بولتی ہو۔تو جھوٹ بولتی ہو۔ میں تمہیں کبھی آزاد نہیں کروں گا۔میں تمہیں ہمیشہ اسی مرتبان میں قید رکھوں گا اور پھر ایک دن تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گا۔۔۔ہا ہا ہا ہا۔ میں تمہاری جگہ اس لڑکی کی روح کو سلیمانی انگوٹھی کی تلاش میں بھیجوں گا۔جس کو میں نے پتھر بنا دیا ہے۔ میں اسے مار کر اس کی روح کو سلیمانی انگوٹھی کا سراغ لگانے روانہ کروں گا"۔

بھوت نے مرتبان کو مقبرے کے تابوت کے اندر بند کر کے لوہے کا بڑا سا تالہ لگایا اور پاؤں گھسیٹتا واپس غار کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

اس کے جاتے ہی ناگ دیوار پر سے اتر کر قبر کے پہلو والے چبوترے کے پاس آ گیا۔جس کی تلاش میں وہ یہاں آیا تھا اس کا سراغ اسے مل گیا تھا۔اس پر یہ راز کھل گیا تھا کہ ماریا کہاں ہے؟ ماریا کو بھوت



نے پتھر بنا کر کسی جگہ چھپا دیا تھا۔جس لڑکی کا اس نے ذکر کیا تھا وہ ضرور ماریا ہی تھی۔

ناگ پریشان ہو گیا۔

اب وہ ماریا کا کھوج لگانے کے لیے بے تاب تھا۔وہ چاہتا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے وہ جگہ تلاش کرے جہاں بھوت نے ماریا کو پتھر بنا کر رکھ چھوڑا تھا۔ناگ کو اب کچھ کچھ یقین ہونے لگا تھا کہ یہ بھوت اصلی بھوت نہیں ہے بلکہ کوئی بہت مکار جادوگر ہے۔جس کو کسی بہت بڑے چلے کے لیے سلیمانی انگوٹھی کی تلاش ہے۔ناگ کو اتنا معلوم تھا کہ جس شخص کے پاس سلیمانی انگوٹھی ہو جن بھوت اس کے غلام بن جاتے ہیں۔ناگ بڑا حیران تھا کہ جب کہ اگر وہ خود بھوت ہے تو اسے سلیمانی انگوٹھی منگوا کر کسی بھوت کو قابو کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟ ضرور یہ شخص کوئی عیار جادوگر ہے اور بھوت بالکل نہیں ہے۔

ناگ اسے ابھی جا کر کاٹ سکتا تھا لیکن وہ ڈرتا تھا کہ جادوگر اس پر اپنا جادو کر کے اسے ماریا کی طرح پتھر نہ بنا دے۔

پھر بھی وہ ماریا سے غافل نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے ماریا کا ہر حال میں کھوج لگانا تھا۔ سانپ نے مقبرے کے چبوترے کے ساتھ ساتھ رینگنا شروع کر دیا۔ وہ رینگ بھی رہا تھا اور بڑا چوکنا ہو کر ایک ایک پتھر کو غور سے دیکھ رہا تھا اور سونگھ رہا تھا کہ کہیں سے اسے ماریا کی خاص بو آ جائے۔ اچانک ایک دیوار کے پاس وہ رک گیا۔ اس دیوار کی دوسری جانب سے اسے ماریا کے کپڑوں کی ہلکی ہلکی بو آ رہی تھی۔ تو کیا ماریا اس دیوار کے پیچھے موجود تھی؟

ناگ کا خیال ہوا کہ وہ انسان کی شکل میں آ کر اس دیوار کو کہیں سے توڑ کر دوسری طرف کوٹھڑی میں جا کر ماریا کو ملے۔ اگر اس دیوار میں کوئی دروازہ یا کوئی شگاف ہے تو اسے ڈھونڈے۔ سوائے



اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس میں ایک ڈر بھی تھا کہ انسان بنتے ہی جادوگر اس کی بو محسوس کرے گا۔ ہو سکتا ہے پھر وہ اچانک پیچھے سے آ کر یا سامنے سے آ کر ناگ پر اپنا جادو پھونک دے۔ بہر حال ماریا بہن کے لیے ناگ کو یہ قربانی دینی ہی تھی۔

اس نے دیوار کے ساتھ لیٹ کر گہری پھنکار ماری۔

پھنکار مارتے ہی سانپ پھر سے انسان بن گیا۔ حیرانی کی بات یہ ہوئی کہ ناگ کے اس پھنکارنے کی آواز دور غار کے اندر ایک کمرے میں لیٹے ہوئے بھوت نے بھی سن لی۔ پھنکار کی آواز نے اسے شک میں ڈال دیا کہ غار کے اندر کوئی جانور ضرور ہے۔ اس نے جادو کے زور سے معلوم کیا کہ یہ جانور نہیں بلکہ کوئی انسان ہے۔ وہ اٹھ کر غار کے اندر چل پڑا جس طرف سے کہ آواز آئی تھی۔

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ اصل میں بھوت نہیں تھا بلکہ ایک

بہت بڑا افریقی جادوگر تھا جس کو سلیمانی انگوٹھی کی تلاش تھی۔ سلیمانی انگوٹھی کا سراغ صرف کوئی روح ہی لگا سکتی تھی۔ چنانچہ وہ اس غار کے اندر ملکہ کی روح کو قید کیے بیٹھا تھا۔ اب وہ یہ ارادہ کیے ہوئے تھے کہ ماریا کو مار کر اس کی روح کو سلیمانی انگوٹھی کی تلاش میں بھیجے۔ کیونکہ ملکہ کی روح کے بارے میں اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ سلیمانی انگوٹھی کا سراغ نہیں لگا سکتی۔ کیونکہ اس کی ساری توجہ اپنے مرے ہوئے بادشاہ کی طرف لگی ہوئی تھی۔



## زہریلا جال

ناگ نے انسان کے روپ میں آتے ہی دیوار کے شگاف کی تلاش شروع کر دی۔

اندھیرے میں وہ دیوار کے پتھروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ کسی جگہ سے کوئی پتھر تھوڑا سا بھی ملے تو وہ اکھاڑ کر دیوار میں راستہ بنا لے۔ مگر پتھر ایک دوسرے کے ساتھ بری طرح جڑے ہوئے تھے۔ اسے ماریا کے کپڑوں اور اس کے جسم کی بو سانپ بن کر

اسی دیوار کے پیچھے سے آ چکی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اسی غار کے اندر کسی جگہ وہ بھوت نما جادوگر ضرور چھپا ہوا ہے۔ اس نے اگر ماریا کو آواز دی تو وہ اسے ضرور سن کر چوکس ہو جائے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اندھیرے میں اس پر حملہ کر دے۔

اسے یہ بھی خیال تھا کہ شاید بھوت نے ماریا کو بھی پتھر بنا کر رکھ چھوڑا ہو۔ ایسی حالت میں وہ اس کی آواز کا جواب بھی نہیں دے سکے گی۔ وہ بڑی احتیاط کے ساتھ دیوار کے پتھروں کاٹول رہا تھا کہ اسے غار کے اندر سے پاؤں کے گھسٹنے کی آواز سنائی دی۔ بھوت پاؤں گھسٹ گھسٹ کر چلتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دوسری طرف بھوت کو بھی شک ہو گیا تھا کہ مقبرے میں ضرور کوئی انسان موجود ہے۔ اب اسے بھی انسان کے موجود ہونے کا احساس شدید ہو گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے پاؤں کی آواز کوئی سنے۔ مگر وہ مجبور تھا اس لیے اس کی ایک ٹانگ چھوٹی تھی اور زخمی تھی۔ اسے مجبوراً پاؤں کو گھسیٹ کر چلنا پڑتا تھا۔

ناگ نے اندھیرے میں ہی دیکھ لیا کہ بھوت غار کے پچھلے حصے سے اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ وہ اس وقت بھوت کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے بھوت سے یہ پتا چل جائے کہ ماریا کہاں ہے اور اس کے تابوت تک جانے کا راستہ کون سا ہے۔ اس کے بعد وہ بھوت کو ہلاک بھی کر سکتا تھا۔ اور پھر اب تو ناگ کو بہت حد تک یقین ہو گیا تھا کہ یہ بھوت اصلی نہیں ہے بلکہ کوئی زبردست جادوگر ہے جس تے سلیمانی انگوٹھی حاصل کرنے کے لیے یہ سارا ڈھونگ رچایا ہے۔

ناگ نے دیوار کے پاس ہی چھپ کر گہرا سانس لیا اور سانپ کی شکل بدل کر دیوار کے پتھروں کے اوپر کو رینگ گیا۔ بھوت آگے

بڑھتے بڑھتے ٹھیک اس جگہ آ گیا جہاں کہ ناگ سانپ بنا اوپر دیوار کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ بھوت نے ادھر ادھر بڑے غور سے دیکھا کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔ پھر اس نے ایک جگہ دیوار کے پتھر کو اکھاڑا، اندر ہاتھ ڈال کر کسی شے کو گھمایا۔ دیوار میں ایک چھوٹا سا شگاف نمودار ہو گیا۔ بھوت اس شگاف کے اندر چلا گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی دیوار کا شگاف اپنے آپ بند ہو گیا۔

ناگ سانپ کے روپ میں دیوار کے ساتھ لگا رہا۔ وہ اب بھوت نما انسان کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس لیے کہ اندر وہ جا نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اندر بھوت موجود تھا۔ وہ باہر نکلے تو وہ اندر جائے۔

ویسے اس بات کا اسے یقین ہو گیا تھا کہ ماریا ضرور دیوار کی دوسری طرف موجود ہے۔ اگر اسے ڈر تھا تو صرف یہی تھا کہ کہیں یہ بھوت جادوگر ماریا کو نقصان نہ پہنچا دے۔ اس خیال سے ناگ پریشان ہو گیا



اور سوچنے لگا کہ اگر سچ مچ جادوگر نے ماریا کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ بے چاری آواز بھی بلند نہ کر سکے گی۔ کیونکہ وہ تو پتھر بنی ہو گی۔ تو پھر کیا کیا جائے؟

ناگ سانپ کے روپ میں ہی دیوار سے نیچے اتر آیا اور پتھروں میں رینگ رینگ کر وہ جگہ ڈھونڈنے لگا جہاں سے جادوگر بھوت اندر گیا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہاں کوئی چھوٹا سا سوراخ ہی موجود ہو جس میں سے گزر کر وہ اندر چلا جائے۔ کافی دیر تلاش کرنے کے بعد اسے آخر ایک سوراخ مل ہی گیا۔ ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور سوراخ کے اندر داخل ہو کر دیوار کی دوسری جانب نکل آیا۔

دیوار کی دوسری طرف ایک تنگ سی نیم اندھیری کوٹھڑی تھی۔ کوٹھڑی کے بیچ میں پتھر کا ایک تابوت رکھا تھا۔ تابوت کا منہ بند تھا۔ بھوت اس کے پاس کھڑا اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے تابوت پر کچھ

پڑھ پڑھ کر پھونک رہا تھا۔ پھر اس نے تابوت کے ڈھکنے کو اٹھا دیا۔ سانپ ایسی جگہ پر تھا جہاں سے وہ یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ تابوت کے اندر کون لیٹا ہوا ہے۔ وہ دیوار پر سے رینگتا ہوا چھت کے ساتھ چپک گیا۔ اس نے جو تابوت کے اندر نگاہ ڈالی اور حیرت زدہ ہو کر رہ گیا۔ سچ مچ تابوت کے اندر ماریا پتھر بنی لیٹی ہوئی چھت کو دیکھ رہی تھی۔ ماریا کی آنکھیں زرد تھیں۔ بھوت نے کچھ پڑھ کر زور سے ماریا کے جسم پر پھونک ماری اور کہا۔

''میرے اور شاہ افراسیاب کے حکم سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ''۔

اس کا اتنا کہنا تھا کہ ماریا تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بھوت نے کہا۔

''سن اے لڑکی! میں نے اپنے جادو کے زور سے تجھ میں اتنی طاقت پیدا کر دی ہے کہ تو نہ صرف میری آواز سنے بلکہ مجھے جواب



بھی دے سکے گی۔ لیکن تو اس تابوت سے باہر نہیں نکل سکے گی۔ بول کیا تو میری آواز سن رہی ہے''۔

ماریا نے کہا۔

''ہاں میں تمہاری آواز سن رہی ہوں''۔

بھوت بولا۔

''تو پھر میری باتوں کو غور سے سن۔۔۔ میں نے تمہیں یونہی یہاں لا کر پتھر بنا کر قید نہیں کیا۔ میرے تمہارے یہاں لانے کا ایک مقصد ہے''۔

ماریا نے کہا۔

''آخر تو نے مجھے یہاں کس لیے قید کر رکھا ہے؟''

بھوت نے کہا۔

''میں تمہاری روح سے ایک کام لینا چاہتا ہوں''۔

"میری روح سے؟" ماریا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں تمہاری روح سے؟" بھوت نے کہا۔۔۔"میں تمہاری روح سے اس لیے یہ کام لینا چاہتا ہوں کہ یہ کام ایک عورت کی روح ہی کر سکتی ہے۔ ملکہ مصر کی روح میرے لیے بے کار ہے۔ کیونکہ وہ پہلے ہی سے اپنے مرے ہوئے خاوند کی تلاش میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ یہ کام تمہاری روح کو کرنا ہوگا"۔

ماریا نے کہا"مگر میں تو زندہ ہوں"۔

بھوت نے مکروہ قہقہہ لگایا۔

"تھوڑی دیر بعد تو زندہ نہیں ہوگی"۔

سانپ یہ سن کر لرز گیا۔ تو کیا واقعی یہ جادوگر ماریا کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟ ماریا بھی پریشان ہوگئی۔ اس نے چیخ کر کہا:

"یہ ظلم ہے۔ آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم مجھے مارنا چاہتے



ہو۔ تم کیسے بھوت ہو کہ خود کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اور عورتوں کو ہلاک کر کے ان کی روحوں سے کام لیتے پھرتے ہو"۔

بھوت نے گرج کر کہا۔

"خاموش بدزبان لڑکی! تمہیں میں یہ راز بھی بتائے دیتا ہوں کہ میں اس ملک افریقہ کا سب سے بڑا جادوگر ہوں۔ میں بھوت نہیں ہوں مگر مرنے کے بعد بھوت ضرور بن جاؤں گا۔ میری بات کو غور سے سن! مجھے سلیمانی انگوٹھی کی تلاش ہے۔ مگر میں یہ نہیں جانتا کہ یہ سلیمان بادشاہ کی نایاب انگوٹھی کس جگہ پر ہے۔ یہ سراغ صرف ایک عورت کی روح لگا سکتی ہے۔ اس کام کو اب تم نے کرنا ہوگا۔ اگر مجھے سلیمانی انگوٹھی نہ ملی تو میرا سارا کالا علم اور جادوگری خاک میں مل جائے گی اور میں افریقہ کے قبیلوں میں ذلیل ہو جاؤں گا۔ اب تو لوگ مجھ سے اور میرے جادو سے ڈرتے ہیں۔ مگر پھر کوئی مجھ سے

نہیں ڈرے گا۔ میں یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لیے میں تمہیں مار کر تمہاری روح کو حکم دوں گا کہ وہ میرے لیے سلیمانی انگوٹھی کو تلاش کرے۔ کیونکہ عورت کی روح پر یہ ساری زمین کھل جائے گی۔ اسے زمین کے اوپر باہر اور اندر کی ساری چیزیں دکھائی دینے لگیں گی۔

ماریا نے کہا۔

''سن اے جادوگروں کے بادشاہ! اگر کسی طرح سے میرے بھائی ناگ اور عنبر کو پتا چل گیا کہ تم نے مجھے موت کے گھاٹ اتارا ہے وہ یہاں آکر تمہاری تکہ بوٹی اڑا دے گا۔

بھوت کہنے لگا:

''ہاہاہا۔ میں نے اسے کئی تکہ بوٹی کرنے والے دیکھے ہیں اگر وہ یہاں آ گئے تو یقین کرو اسی مقبرے کے اندر ان کی قبریں بھی بن جائیں گی''۔

سلیمانی انگوٹھی

ماریا نے نفرت سے کہا:

''اے جادوگر! کان کھول کر سن لے۔ خواہ میرا کتنا ہی نقصان ہو جائے میں تمہارے حکم کو کبھی نہیں مانوں گی۔ تم نے اگر مجھے مار ڈالا تو میری روح ستاروں میں بھٹکتی پھرے گی مگر تمہارے پاس کبھی نہیں آئے گی''۔

بھوت نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

''میں خود تمہیں مجبور کردوں گا کہ تم میرے کے مطابق چلو تم میرے حکم کو ٹالنے کی جرات نہیں کرسکتیں۔ تم پر میرا جادو ہوگا تم میرے قابو میں ہوگی۔ بہرحال اب بھی وقت ہے سوچ لو۔ پھر تمہیں یہ وقت نہیں ملے گا۔ میں تمہیں آج رات کی مہلت دیتا ہوں۔ کل صبح صبح میں یہاں آؤں گا۔ اگر تم تیار ہوئیں تو بڑا اچھا ہے۔ اگر تم راضی نہ بھی ہوئیں تو میں تمہیں ہلاک کردوں گا۔ اگر تم اپنی مرضی سے تیار ہوگئیں تو

اس کا تمہیں یہ فائدہ ہوگا کہ میں تمہاری روح کو سلیمانی انگوٹھی کا سراغ لگانے کے بعد آزاد کر دوں گا۔ بہر حال آج رات کی مہلت ہے۔

اب میں جا رہا ہوں“۔

بھوت جادوگر پاؤں گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی دیوار کا شگاف اپنی جگہ پر آ گیا۔ اس کے جاتے ہی ماریا نے لیٹنے کی کوشش کی تو وہ دوبارہ لیٹ نہ سکی۔ وہ بول سکتی تھی۔ سن سکتی تھی۔ مگر اب لیٹ نہ سکتی تھی۔ شاید غصے یا جلدی میں بھوت جادوگر اسے دوبارہ الٹا کر پتھر بنانا بھول گیا تھا۔

سانپ جلدی سے چھت پر سے نیچے اتر آیا۔ اس نے زور سے پھنکار ماری ماری اس کی پھنکار کی آواز ماریا نے سنی تو خوش ہو کر بولی۔

”ناگ بھائی! یہ تم ہو کیا؟“



اتنی دیر میں ناگ انسانی روپ میں واپس آ گیا تھا۔ اس نے کہا

”ہاں ماریا بہن یہ میں ہوں“۔

ماریا کی آنکھوں میں اپنے بھائی سے مل کر خوشی کے آنسو آ گئے۔

ناگ نے کہا۔

”ماریا تم مجھے کچھ نہ بتاؤ۔ میں نے ساری باتیں سن لی ہیں۔ میں نے اسے مکار جادوگر کو ملکہ مصر کی روح سے باتیں کرتے بھی سن لیا ہے کم بخت یہ کوئی بڑا ہی خطرناک قسم کا جادوگر ہے۔ اسکے پاس جادو کی بہت بڑی طاقت ہے اور اب یہ سلیمانی انگوٹھی حاصل کر کے دنیا کے تمام جادوگروں کا بادشاہ بننے کے خواب دیکھ رہا ہے“۔

ماریا نے کہا۔

”فکر نہ کرو بھائی! اس کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہوگا“۔

ناگ بولا۔

"اب میں آ گیا ہوں۔اس کا یہ خواب خاک میں ملا دوں گا"۔

"مگر ناگ بھائی! تم نے میرا سراغ کس طرح لگایا؟"

ناگ نے ماریا کو اس کے سراغ لگانے کی ساری کہانی شروع سے آخر تک سنائی اور کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم مجھے مل گئیں۔ورنہ میں تو نا امید ہو گیا تھا۔سوچ رہا تھا کہ میں بھی کیسا بدقسمت ہوں کہ پہلے بھائی گم ہوا اور اب بہن کا کچھ پتا نہیں"۔

"کیا عنبر بھائی کا کچھ پتا نہیں چلا؟"

"نہیں ماریا بہن! خدا جانے وہ کس ملک میں در بدر ہو رہا ہے۔یہ تو ٹھیک ہے کہ اس کی جان کی طرف سے ہمیں کوئی غم نہیں مگر اس کی جدائی بھی تو برداشت نہیں ہوتی۔ہم تینوں کو ہمیشہ ایک ساتھ رہ کر دنیا کی سیر کرنی چاہیے۔لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے کہ ہم اکٹھے رہے ہوں۔ ذرا ایک مہینے کے لیے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور قسمت ہمیں پھر ایک دوسرے سے الگ کر دیتی ہے"۔

ماریا نے جادوگر بھوت کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"اس جادوگر سے مجھے بچاؤ تاکہ میں بھی واپس شاہی محل میں تمہارے ساتھ جا کر عنبر کے بارے میں کچھ سوچ سکوں"۔

ناگ نے کہا۔

"اس کا انتظام تو کل صبح ہی ہو جائے گا۔مگر ایک کام تمہیں کرنا پڑے گا"۔

"وہ کیا؟"

"جب صبح جادوگر بھوت آئے تو تمہیں اسے کہنا کہ میں تمہاری مرضی کے مطابق کام کرنے پر تیار ہوں۔مگر شرط یہ ہے کہ مجھے پتھر سے پھر انسان بنا دو۔میں چبوترے کے باہر نکل کر ایک بار اپنے خدا

کے آگے دوزانو بیٹھ کر دعا کرنا چاہتی ہوں۔ جب وہ یہ بات مان جائے گا تو اس کے بعد باقی کام میں خود کر لوں گا''۔

ماریا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گی۔ مگر ناگ بھائی ذرا ہوشیار رہنا۔ یہ بدبخت کوئی بہت ہی بڑا جادوگر ہے۔ مجھ پر آج تک کسی کا جادو نہیں چلا۔ مگر اس کے جادو نے تو مجھے بے بس کر کے رکھ دیا ہے''۔

''تم فکر نہ کرو ماریا بہن! بس جس طرح میں کہتا ہوں تم اسی طرح کرو۔ باقی کام میں خود سنبھال لوں گا''۔

''کیا تم اسے سانپ بن کر کاٹو گے؟''

''ہاں میں یہی کر سکتا ہوں''۔

''اور اگر اس پر زہر کا اثر نہ ہوا تو پھر کیا ہوگا؟ پھر تو قیامت آ جائے گی۔ وہ ہم دونوں کو بھسم کر کے رکھ دے گا''۔

ناگ نے کہا۔

''میں ایک بار ڈسنے سے اپنے جسم کا سارا زہر اسکے بدن میں داخل کر دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میں اتنا زہر کسی پہاڑ کے اندر ڈالوں تو وہ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ یہ جادوگر میرے زہر کو برداشت نہیں کر سکے گا''۔

ناگ اور ماریا اسی طرح باتیں کرتے رہے اور وقت گزرتا چلا گیا۔ وہاں رات ہونے کا پتہ ہی نہیں چل رہا تھا۔ ناگ نے اندازے سے بتایا کہ تین پہر گزرنے کے بعد صبح ہو گی اور جادوگر آئے گا۔

وہ جادوگر کا انتظار کرنے لگے۔

# جادوگر کی موت

شاید صبح ہوگئی تھی۔

کیونکہ ناگ اور ماریا کو دیوار کے اس پار کسی کے دیوار کے پتھر اکھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ ماریا نے ناگ سے کہا۔

"جلدی سے چھپ جاؤ۔ جادوگر بھوت آ رہا ہے"۔

"تم اسی طرح کرنا جس طرح میں نے تمہیں کہا ہے"

"فکر نہ کرو۔ اب تم چھپ جاؤ"۔



ناگ نے گہرا سانس لے کر پھنکار ماری اور سیاہ رنگ کا کالا اور بڑا سانپ بن گیا۔ سانپ بن کر وہ چبوترے پر سے رینگ کر نیچے اترا اور دیوار کے پاس ہی کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ دیوار میں ٹھک ٹھک ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار کے پتھر ایک جگہ سے ہٹے۔ ایک شگاف سا نمودار ہوا اور جادوگر بھوت اندر آ گیا۔ وہ پاؤں گھسٹ کر چلتا ہوا ماریا کے تابوت کے پاس آ کر بولا۔

"رات جانے سے پہلے میں تمہیں پتھر بنانا بھول گیا تھا۔ مجھے بعد میں خیال آیا۔ مگر پھر سوچا کہ تم تابوت سے باہر نہیں نکل سکتیں۔ اور اگر باہر نکل بھی آؤ تو تم کچھ نہ کر سکو گی۔ اب بولو۔ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے"۔

ماریا نے ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"اے عظیم جادوگر! میں ہار گئی تو جیت گئے۔ تم مجھے جس طرح کا

حکم دو گے میں اسی طرح عمل کروں گی۔ میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ
تم ایک بڑے جادوگر ہو اور تمہارے جادو کے آگے میری کوئی ہستی
نہیں ہے۔ میری نجات اسی میں ہے کہ میں مر کر تمہارے کام آؤں
آخر ایک نہ ایک دن تو مجھے مرنا ہی ہے۔ اور اگر میں نے تمہارا کہا نہ مانا
تو پھر بھی مجھے ہلاک کر دو گے۔۔۔ اب میں تیار ہوں"۔

بھوت نے ایک خوشی کی چیخ ماری اور کہا۔

"شاباش! تم ایک بڑی ہی عقل مند اور سمجھ دار لڑکی ہو۔ میں تمہیں
ایک اچھا فیصلہ کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے سلیمانی
انگوٹھی کا سراغ لگا کر بتا دیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں جنت
میں داخل کر دوں گا"۔

"مگر میری ایک شرط ہے"

ماریا نے کہا۔ بھوت نے بھوئیں اٹھا کر پوچھا۔

"وہ کون سی شرط ہے۔ بتاؤ"۔

ماریا بولی۔

"میں ایک مذہبی قسم کی لڑکی ہوں۔ میں مرنے سے پہلے اپنے خدا
کی عبادت کر کے اس کے دربار میں دعا کرنا چاہتی ہوں۔ میری
آخری خواہش یہ ہے کہ تم مجھے پتھر سے پھر سے چلتی پھرتی عورت بنا
دو۔ تا کہ میں اس تابوت سے باہر نکل کر اپنے خدا کے حضور میں
دوزانو ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگوں اور اپنی بخشش کے لیے دعا
کروں"۔

جادوگر بھوت مسکرایا۔

"اس میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ تم یہاں سے بھاگ کر
کہیں نہیں جا سکتیں۔ ویسے بھی میرے جادو کا اثر اس سارے
مقبرے میں پھیلا ہوا ہے۔ میں ابھی تمہیں اس تابوت سے باہر

نکالے دیتا ہوں"۔

اتنا کہہ کر بھوت نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ آنکھیں بند کیں اور کوئی منتر پڑھنے لگا۔ منتر پڑھتے پڑھتے اس نے دو چار مرتبہ ماریا پر پھونک ماری۔ آخری پھونک سے ماریا تابوت میں سے اٹھ کر باہر آ گئی۔ ناگ سانپ بنا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ہر شے اس کی مرضی کے مطابق ہو رہی تھی۔ ماریا آزاد ہو کر بے حد خوش ہوئی۔ بھوت نے کہا۔

"لو میں نے تھوڑی دیر کے لیے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔ اب تم اپنے خدا کے آگے عبادت کر لو۔ مگر جلدی جلدی کرنا۔ اس لیے کہ میں تمہیں اسی تابوت میں لٹا کر بہت جلد مار دینا چاہتا ہوں"۔

"فکر نہ کرو اے عظیم جادوگر! میں بڑی جلدی اپنی عبادت ختم کر لوں گی۔ عبادت کے بعد تمہیں اجازت ہو گی کہ تم جتنی جلدی چاہو مجھے ہلاک کر دو"۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم فوراً اپنی عبادت شروع کر دو"۔

ماریا جان بوجھ کر بھوت کو باتوں میں لگا رہی تھی۔ وہ ناگ کو موقع دینا چاہتی تھی کہ وہ تیاری کرے۔ بھوت چبوترے کے پاس دیوار کے ساتھ پیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔ ماریا زمین پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ اور آنکھیں بند کر کے اس نے اپنے خدا کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ بھوت جادوگر بڑی دلچسپی سے ماریا کو عبادت کرتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ماریا کو ہلاک کرنے کے لیے اپنے کرتے کے اندر سے ایک لمبا خنجر چھپا رکھا تھا وہ پتھر بن جانے کے بعد جادو کے ذریعے ماریا کی گردن کو نرم کر کے اس کی گردن کاٹ دینا چاہتا تھا۔

ادھر سانپ بھی پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ اس نے دیوار کے اندھیرے میں چھپے چھپے اپنے پھن کو بڑی خاموشی سے پورا پھیلا لیا

تھا۔ وہ زمین سے پانچ فٹ اوپر اٹھ آیا تھا۔ اور سانپ کھسکتے کھسکتے
جادوگر کے پیچھے آ گیا تھا۔ اچانک جادوگر کو کمرے میں ایک عجیب سی
بو محسوس ہوئی اسے یوں لگا جیسے کوئی اور انسان بھی کوٹھڑی میں موجود
ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ بھلا یہاں کوئی تیسرا انسان کیسے آ سکتا ہے۔
پھر اسے سسکار کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ یہ سانپ کے زبان باہر
نکالنے کی آواز تھی۔ اب وہ کچھ گھبرا گیا۔

اس نے ایک دم جو پلٹ کر دیکھا تو پیچھے پانچ فٹ کا سیاہ کالا
سانپ فرش سے اوپر اپنا پھن اٹھائے کھڑا اسے لال لال آنکھوں
سے گھور رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ جادوگر بھوت اس پر کوئی جادو
کرے سانپ نے بجلی کی طرح لپک کر جادوگر کی گردن پر ڈس دیا اور
اپنے جسم کا سارا زہر ایک پل کے ہزارویں حصے کے اندر اندر جادوگر
کے خون میں شامل کر دیا۔ جادوگر اپنی جگہ سے تڑپ کر اٹھا اور زمین پر
گر پڑا۔ زہر نے اس کی زبان اور پاؤں پتھر کے کر دیے تھے۔ زبان
بند ہو جانے کی وجہ سے وہ سانپ پر کوئی منتر نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اور اگر
منتر نہ پڑھے تو جادو نہیں ہو سکتا تھا۔

جادوگر نے فرش پر سے اٹھنے کی کوشش کی اور وہ اٹھ نہ سکا۔ اس نے
دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ایک اور جادو کرنے کی کوشش کی مگر اس کے
دونوں ہاتھ پتھر بن کر لٹک گئے تھے۔ اب اس کی آنکھیں باہر کو نکل
آئی تھیں۔ مقبرے کے اندر چیخوں کی آوازیں گونجنے لگیں یوں لگا
جیسے ہزاروں بلیاں ایک ساتھ زور زور سے چیخ کر رو رہی ہیں پتھر کی
دیواروں پر زور زور سے کسی کے سر ٹکرانے کی آوازیں سنائی دینے
لگیں۔

ناگ انسان کے روپ میں جادوگر کے سامنے آ گیا۔

ماریا بھی اٹھ کر جادوگر کے سامنے آ گئی۔ اس نے جادوگر سے کہا۔

"اے شیطان جادوگر! آخر تو میرے بھائی کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔ یاد رکھ برائی کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"اب تمہاری روح قیامت تک سلیمانی انگوٹھی کی تلاش میں دربدر بھٹکتی رہے گی۔ اسے کبھی سکون نہیں ملے گا اور یہی تمہاری سب سے بڑی سزا ہے۔"

جادوگر کچھ نہ بول سکتا تھا اور نہ ماریا اور ناگ پر جادو کر سکتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون بہنے لگا تھا۔ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا دیکھتے دیکھتے اس کا سارا جسم پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہو کر فرش پر بکھر گیا۔

ناگ نے ماریا کو ایک طرف کر لیا۔

"ادھر ہو جاؤ بہن ماریا۔ اس کے جسم کے ذروں تک میرے زہر کا اثر پہنچ گیا ہے۔ اگر اس کے خون کی ایک چھینٹ کسی پر پڑ جائے تو وہ بھی زندہ نہیں رہے گا"۔

ماریا ناگ بھائی کے قریب آ گئی۔

"بھائی! تمہارے زہر نے واقعی بڑا کام کیا ہے۔ کم بخت یہ کوئی منتر بھی پڑھ کر نہیں پھونک سکا"۔

ناگ بولا۔

"لیکن ماریا بہن ایک بات ضرور کہوں گا کہ اگر میں سارا زہر اس کے جسم میں داخل نہ کرتا تو یہ کبھی نہ مرتا۔ اس میں بڑی طاقت تھی۔ پہاڑ سے زیادہ طاقت تھی۔ یہ سچ مچ بہت بڑا جادوگر تھا۔ پہاڑ بھی اتنی دیر تک میرے زہر کو برداشت نہیں کر سکتا تھا جتنی دیر اس جادوگر نے برداشت کیا"۔

ماریا بولی۔

"بھائی ناگ اب یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے باہر نکل چلو۔ میرا

تو اس مقبرے میں اندر دم گھٹنے لگا ہے"۔

ناگ اور ماریا دونوں دیوار کے شگاف میں سے ہو کر کوٹھڑی سے باہر نکل آئے۔

ناگ نے کہا۔

"اس جادوگر کے جادو کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ تم اب غائب نہیں ہو بلکہ پھر سے ظاہر ہوگئی ہو۔ اب تمہیں ہر کوئی دیکھ سکے گا"۔

"ہاں ناگ بھائی! مجھے اس کی بھی بڑی خوشی ہے کہ اب میں غائب نہیں رہی۔ میں بھی لوگوں کو اب دیکھ سکتی ہوں اور لوگ بھی مجھے دیکھ سکیں گے خدا کا شکر ہے کہ میں غائب ہو جانے کی بک بک سے چھوٹ گئی"۔

کوٹھڑی سے نکل کر وہ بادشاہ اور ملکہ کی قبروں کے پاس آئے تو ناگ نے کہا۔

"ماریا بہن! ہمیں بے چاری ملکہ کی بے چین روح کو ضرور آزاد کر دینا چاہیے۔ وہ پہلے ہی بھٹک رہی تھی کہ اس جادوگر نے اسے مرتبان میں قید کر کے اس پر ایک اور مصیبت نازل کر دی ہے"۔

"ہاں ناگ بھائی! آؤ ملکہ کی روح کو آزاد کرتے ہیں"۔

انہوں نے قبر کے پہلو میں تالے کو توڑا اور اندر سے مرتبان نکال کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ ناگ نے مرتبان کے اوپر سے لکڑی کے ڈھکنے کو توڑ دیا۔ مرتبان کے ڈھکنے کے ٹوٹتے ہیں ملکہ مصر کی روح آزاد ہو کر باہر آگئی۔ انہیں ملکہ کی روح نظر نہیں آ رہی تھی۔ مگر اس کی آواز اور گہرے سانس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ روح نے کہا۔

"میرے بچو! میں کس زبان سے تم دونوں کا شکریہ ادا کروں کہ تم دونوں کی وجہ سے میں آزاد ہوگئی۔ اس کم بخت ظالم بھوت جادوگر نے مجھے اس مرتبان میں بند کر کے اپنا قیدی بنا لیا تھا"۔

"وہ جادوگر کہاں ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"اے اداس ملکہ! اس جادوگر کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے"۔

روح نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا کہا؟ تم دونوں نے اسے ہلاک کر دیا؟"

"ہاں ملکہ صاحبہ! ساتھ والی کوٹھڑی میں اس کی لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں"۔

"شاباش میرے بچو! تم نے انسانوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ ابھی نہ جانے یہ بدبخت جادوگر کتنی عورتوں کو پتھر بنا کر ہلاک کرتا"۔

ماریا نے کہا۔

"ملکہ عالم! میرے بھائی نے یہاں آ کر مجھے بچایا۔ جادوگر کو ہلاک کیا اور آپ کو قید سے آزاد کیا ہے۔ ہمیں آپ سے بڑی



ہمدردی تھی۔ ہم آپ کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس مقصد میں کامیاب ہوئے"۔

ملکہ نے پوچھا۔

"مگر میرے بچے! تو نے اتنے بڑے جادوگر کو اکیلے کیسے ہلاک کر دیا۔ وہ تو کسی سے بھی مرنے والا نہیں تھا"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"میرے ساتھ میرے خدا کی مدد شامل تھی ملکہ صاحبہ! اس لیے میں کامیاب ہو گیا"۔

ملکہ نے خوش ہو کر کہا۔

"مجھے بہت خوشی ہے کہ تم نے ہر حالت میں اپنے خدا کو یاد رکھا۔ دنیا میں وہی لوگ سرخرو اور کامیاب ہوتے ہیں جو اپنے خدا کو ایک پل کے لیے بھی نہیں بھولتے۔ میرے بچو! میں ایک بار پھر تم دونوں کا

شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اور اب میں جاتی ہوں۔ مجھے اپنے مرے
ہوئے خاوند کی روح کی تلاش میں جانا ہے۔ خدا حافظ۔

''خدا حافظ''

ملکہ کی روح چلی گئی۔

مقبرے میں گہری خاموشی طاری ہوگئی۔ ناگ ماریا کو لے کر غار
کے باہر والے دروازے کی طرف چلنے لگا۔ غار کے دروازے کے
قریب آ کر روشنی سی ہوگئی۔ ماریا نے کہا کہ وہ اس روشنی کو ترس گئی
تھی۔ وہ دونوں مقبرے والی غار سے باہر آ گئے۔ ناگ نے پلٹ کر
ماریا سے کوئی بات کرنی چاہی تو وہ دنگ رہ گیا۔ وہاں ماریا نہیں تھی۔

ماریا غار سے باہر نکلتے ہی غائب ہوگئی تھی۔

ناگ نے ماریا کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

''ماریا! ماریا! تم کہاں ہو ماریا؟''

ماریا نے کہا۔ اس کی آواز میں اداسی تھی۔

''میں تمہارے بالکل پاس کھڑی ہوں بھائی! اتنا زیادہ چلانے کی
ضرورت نہیں۔ میری بدقسمتی کہ میں غار سے باہر نکلتے ہی پھر غائب ہو
گئی ہوں۔ میں تو سمجھی تھی کہ ایک بلا سے میرا پیچھا چھوٹا۔ مگر معلوم ہوتا
ہے کہ ابھی میری آزمائش باقی ہے۔ ابھی میرا امتحان باقی ہے۔ اچھا
اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں خدا کے آگے سر
جھکاتی ہوں۔ آؤ ناگ بھائی شاہی محل کو چلتے ہیں''۔

دونوں بہن بھائی غار سے نکل کر پیدل ہی شہنشاہ جاپان کے شاہی
محل کو روانہ ہوگئے۔ شاہی محل میں وزیر نے شہزادے کو خود جان سے
مارنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس کے لیے وزیر نے ساری تیاری
مکمل کر لی تھی۔ یہ اس کا آخری داؤ تھا۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو
جاتا تو جاپان کے تخت و تاج کا مالک بن جاتا۔ وزیر کو پورا یقین

تھا کہ وہ شہزادے کو ضرور ختم کر دے گا۔ ایک شہزادے کو ہلاک کر دینا ایک وزیر کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اگر اسے وہم تھا تو صرف یہی کہ ناگ کو جو کوئی بھی مارنے گیا وہ خود مر گیا۔ پتا نہیں ناگ کے پاس کون سا جادو تھا کہ کوئی بھی قاتل آج تک بچ کر نہیں آیا تھا۔ بہر حال اس دفعہ شہزادے کو ناگ بھی نہ بچا سکے گا۔ وزیر نے بچ کر نکل آنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔

نے ایک ایسے نوکر کو دے دی جو رات کو شہزادے کا بستر لگاتا تھا۔ وزیر نے اسے زبردست انعام کا لالچ دیا تھا۔ نوکر لالچ میں آ گیا۔ وزیر نے اسے کہا۔

"رات کو۔۔ کسی بھی رات کو۔۔ دو ایک دنوں کے اندر اندر تم یہ سانپ والی پٹاری کھول کر شہزادے کے بستر میں سانپ کو پھینک دینا کام بڑی ہوشیاری سے کرنا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ یہ سانپ تم نے پھینکا ہے"۔

نوکر نے وزیر کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"حضور آپ پرواہ نہ کریں۔ یہ کام میں ایسی ہوشیاری سے کروں گا۔ کہ سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی"۔

"مگر شہزادے کو جلدی مر جانا چاہیے"۔

"حضور! میں پوری پوری کوشش کروں گا"۔



سانپ لے کر نوکر اپنی کوٹھڑی میں آ گیا۔ روپے اور دولت کا لالچ ایسا تھا کہ جس نوکر نے سالہا سال سے شہزادے کا نمک کھایا تھا وہ شہزادے کی جان لینے پر تیار ہو گیا تھا۔ سچ ہے لالچ بری بلا ہے۔ نوکر نے دیکھا کہ شہزادہ ہر آدھی رات کے بعد سوتا ہے۔ وہ اپنے والد اور ناگ کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے۔ پھر ناگ اسے اپنے ہاتھ سے دوا پلاتا ہے۔ اس کے بعد ناگ اس کے ساتھ شطرنج کھیلتا ہے۔

بادشاہ اپنے محل میں جا کر سو جاتا ہے۔ شہزادہ اور ناگ دیر تک شطرنج کھیلتے رہتے ہیں۔ پھر ناگ اپنے کمرے کو اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ نوکر شہزادے کے بستر کو درست کرتا ہے اور پھر کہیں جا کر شہزادہ سوتا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے سانپ آدھی رات کے بعد شہزادے کا بستر ٹھیک کرتے ہوئے بستر میں چھوڑنا پڑے گا۔ اس کے لیے

ضروری تھا کہ وہ شروع رات ہی میں سانپ کی پٹاری شہزادے کے پلنگ کے نیچے جا کر چھپا دے۔

چنانچہ ایک رات نوکر نے سانپ والی پٹاری اٹھا کر کپڑوں کے اوپر رکھی اور چپکے سے شہزادے کے کمرے میں جا کر آنکھ بچا کر پلنگ کے نیچے چھپا دی۔ شام کے بعد شہزادہ نہا دھو کر باغ میں کچھ دیر ٹہلتا رہا۔ پھر بادشاہ سلامت بھی شہزادے کے کمرے میں آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ناگ بھی آ گیا۔ ناگ کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ وہ ٹھٹھک گیا۔ اسے کمرے کے اندر سے کسی اجنبی کی بو آ رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ یہاں اجنبی کون ہو سکتا ہے۔ اس نے شہزادے اور بادشاہ کے ساتھ مل کر کھانا کھانا۔ پھر بادشاہ سلامت چلے گئے اور شہزادے نے ناگ کے ساتھ مل کر شطرنج کھیلنی شروع کر دی۔

شطرنج کھیلتے کھیلتے ایک بار پھر ناگ کو محسوس ہوا کہ کمرے میں کوئی شے موجود ہے۔ ادھر پٹاری کے اندر سانپ بھی کچھ بے قرار سا ہو رہا تھا۔ اسے بھی محسوس ہو رہا تھا کہ کمرے میں کوئی اس سے بھی زیادہ طاقت ور شے آ گئی ہے۔ رات گئے جب شہزادہ تھک گیا تو اس نے ناگ سے کہا۔

”ناگ بھائی! مجھے نیند آ رہی ہے میں سونے جا رہا ہوں“۔

نوکر ابھی اندر نہیں آیا تھا۔ ناگ نے شہزادے سے کہا۔

”شہزادہ سلامت! آج کی رات میری طبیعت کچھ بے چین ہو رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے آپ کو کچھ خطرہ ہے“۔

شہزادے نے کہا۔

”خطرہ؟ کیسا خطرہ ناگ بھائی؟“۔

ناگ نے کہا۔

”حضور! آپ کی جان کو کچھ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ آپ ایسا

کریں کہ آج رات اپنے بستر پر سونے کی بجائے کونے والے تخت پوش پر سوئیں بستر ویسے ہی خالی رکھیں۔ میں آپ کے پاس ہی کسی جگہ چھپ جاؤں گا۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ آپ کا دشمن اس کمرے میں موجود ہے‘‘۔

شہزادے نے حیرانی سے کہا۔

’’ناگ بھائی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرا دشمن اس کمرے میں موجود ہو اور ہمیں اس کی خبر نہ ہو۔ میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا‘‘۔

’’شہزادہ سلامت! آپ ابھی میری بات نہیں سمجھ سکیں گے۔ آپ آرام سے جا کر تخت پر سو جائیں۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔ اور ہاں کسی کو ہرگز خبر نہ ہو کہ آپ کے کمرے میں، میں بھی ہوں‘‘۔

’’جیسے تمہاری مرضی بھائی‘‘۔

شہزادہ تخت پر جا کر لیٹ گیا۔ ناگ نے شہزادے کے بستر سے ایک تکیہ اٹھایا اور خود شہزادے کے تخت کے نیچے گھس کر لیٹ گیا۔ روشنی مدھم کر دی گئی۔

اتنے میں دروازے کا پردہ ہٹا اور نوکر اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑی حیرانی سے شہزادے کو تخت پر سوئے ہوئے دیکھا۔ وہ شہزادے کو جگا کر پلنگ پر سونے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ سانپ کی پٹاری پلنگ کے نیچے پڑی تھی۔ آج کی رات نوکر نے شہزادے کو جان سے مار دینے کا پکا ارادہ کر رکھا تھا۔ نوکر نے سوچا کہ اسے سانپ تخت کے پاس ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ سانپ تخت پر چڑھ کر اپنے آپ شہزادے کو ڈس کر مار ڈالے گا۔

نوکر دبے پاؤں پلنگ کی طرف بڑھنے لگا۔ ناگ نوکر کی ساری حرکتوں کو تخت کے نیچے لیٹا بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ نوکر نے پلنگ کے نیچے جھک کر سانپ کی پٹاری نکالی اور اسی طرح دبے پاؤں تخت

کے قریب آ کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے پٹاری کھول کر الٹ دی اور وہاں سے جلدی سے باہر بھاگ گیا۔

ناگ ساری بات کو سمجھ گیا۔ نوکر سانپ سے شہزادے کو ہلاک کرنے آیا تھا۔ یہی وہ سانپ تھا جس کی بو ناگ کو محسوس ہو رہی تھی اور یہی وہ دشمن تھا جس کا خطرہ ناگ محسوس کر رہا تھا۔ وہ سانپ سے بالکل نہیں ڈرتا تھا۔ خطرہ یہ تھا کہ کہیں سانپ پٹاری سے نکل کر تخت پر چڑھ کر شہزادے کو نہ ڈس دے۔ ویسے اگر شہزادے کو ڈس بھی دیتا تو ناگ اس کا علاج کر سکتا تھا۔ لیکن سانپ کا زہر شہزادے کو تھوڑا بہت نقصان ضرور پہنچاتا۔

کیونکہ وہ نیا نیا بیماری سے اٹھا تھا۔

پٹاری نے آہستہ آہستہ ہلنا شروع کر دیا۔ پھر سبز اور نیلے رنگ کا ایک سانپ پٹاری کے نیچے سے نکل کر تخت کی طرف رینگنے لگا۔ ناگ کو ڈر تھا سانپ شہزادے کی طرف نہ بڑھے۔ کیونکہ شہزادہ سچ مچ سو چکا تھا۔ سانپ بھی آگے بڑھتا بڑھتا رک گیا۔ اسے بھی اپنے سے زیادہ طاقتور شے کی موجودگی کا احساس ہو چکا تھا۔ وہ آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ ناگ نے ہاتھ آگے بڑھا کر سانپ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

ناگ نے خطرناک زہریلے سانپ کو یوں مزے سے پکڑ لیا جیسے کوئی بچہ زمین پر سے گیند اٹھا لیتا ہے۔ اتنا خطرناک زہریلا سانپ ناگ کی مٹھی میں آ کر ایک بے جان رسی کی طرح لٹکنے لگا۔ وہ سانپ کو لے کر پلنگ سے باہر آ گیا۔ اس نے سانپ سے اس کی اپنی زبان میں پوچھا۔

''بول تجھے کس نے یہاں بھیجا ہے؟''

''سانپ نے لرزتی ہوئی زبان سے کہا۔''

"اے ناگ دیوتا! اے سانپوں کے سرتاج! مجھے شہزادے کا نوکر
یہاں چھوڑ گیا ہے"۔
"کیا تجھے علم نہیں تھا کہ یہاں ناگ دیوتا موجود ہے؟"
"شہنشاہ غلطی ہو گئی۔ معافی چاہتا ہوں۔ جو سزا دیں مجھے قبول
ہو گی۔ آپ کے اشارے پر مر مٹنے کو بھی تیار ہوں؟"
ناگ نے کہا۔
"نہیں تجھے مر مٹنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جو کچھ بھی ہو تم میرے
بھائی ہو۔ میں بھی سانپ ہوں۔ تم بھی سانپ ہو۔ تمہاری سزا یہی
ہے کہ جس نوکر نے تمہیں شہزادے کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا ہے
اسے جا کر ہلاک کر دو"۔
"جو حکم سرکار"
سانپ شہزادے کے کمرے سے باہر نکل گیا۔



ناگ نے شہزادے کو جگا کر کہا۔
"شہزادہ سلامت! اب آپ اطمینان سے اپنی مسہری پر جا کر
سوئیے میں نے دشمن کو یہاں سے بھگا دیا ہے"۔
"کیا مطلب؟"
ناگ بولا۔
"مطلب یہ ہے کہ وزیر صاحب نے آپ کو ہلاک کروانے کے
لیے آپ کے نوکر کے ذریعے ایک بڑا ہی زہریلا سانپ یہاں پھنکوایا
تھا"۔
"پھر؟ کہاں ہے وہ سانپ" شہزادہ گھبرایا ہوا تھا۔
ناگ نے مسکرا کر کہا۔
"گھبرائیے نہیں شہزادہ صاحب! اس سانپ کو میں نے قابو کر کے
اسے واپس نوکر کے پاس بھیجا ہے تاکہ اس کی جا کر خبر لے"۔

''خدایا تیرا شکر ہے۔ میں تو گھبرا ہی گیا تھا''۔

ناگ نے اسی وقت بادشاہ سے ملاقات کی اور اسے ساری صورت حال بیان کی اور کہا۔

''بادشاہ سلامت! وزیر کی سازشیں اب آپ کے اور آپ کے ولی عہد کی گردن تک پہنچ گئی ہیں۔ اگر آپ نے اس موقع پر اس کا سر نہ دبایا تو وہ آپ کے اور شہزادے کے لیے بڑا ہی مہلک ثابت ہو گا۔ وزیر ایک عیار اور مکار آدمی ہے اس کی چالاکی اور عیاری کے آگے آپ بے بس ہیں۔ اس کا مقابلہ صرف میں ہی کر سکتا ہوں''۔

بادشاہ نے کہا

''میرے بچے میں تمہیں پورا اختیار دیتا ہوں کہ تم میری سلطنت کو اور اس ملک کے غریب عوام کو ایسے ظالم وزیر کے ظلم سے بچاؤ''۔

ناگ نے کہا۔

''بادشاہ سلامت! آج کی رات اگر مجھے شک نہ پڑ جاتا اور میں شہزادے کے کمرے میں آ کر نہ سوتا تو شہزادے کا بچنا محال تھا۔ وزیر نے ایک ایسا خطرناک اور زہریلا سانپ شہزادے کو مروا دینے کے لئے بھیجا تھا کہ جس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا''۔

بادشاہ نے ناگ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''میں تمہارا کس زبان سے شکریہ ادا کروں بیٹا! تم نے میرے خاندان اور میری سلطنت کو تباہ ہونے سے بچا لیا ہے۔ اب تمہیں اجازت ہے کہ وزیر کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرو مگر ذرا ہوشیار رہنا۔ وزیر بڑا مکار ہے''

''فکر نہ کریں بادشاہ سلامت! میں اسے سنبھال لوں گا''

ناگ اپنے کمرے میں آ گیا۔ ماریا ایک کونے میں سو رہی تھی۔ اس نے ناگ کو آتے دیکھا تو جاگ پڑی اور اس سے پوچھا کہ وہ صبح

صبح کہاں سے آ رہا ہے؟ ناگ نے اسے سانپ کا سارا قصہ سنا دیا۔ ماریا نے بھی ناگ سے یہی کہا وزیر اس قابل نہیں ہے کہ اسے اب اپنی مرضی سے شاہی خاندان کو زندگیوں سے کھیلنے کا موقع دیا جائے۔ اس ملک کے لوگ بادشاہ اور شہزادے کو پسند کرتے ہیں۔ وزیر کو کوئی حق نہیں کہ وہ لوگوں کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت کرے۔

ناگ بولا

''اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ میں وزیر کو ٹھکانے لگا کر ہی دم لوں گا''

اب ذرا سانپ کو دیکھتے ہیں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ ناگ سے اجازت لے کر سانپ سیدھا اس نوکر کی تلاش میں روانہ ہوا جس نے اسے شہزادے کے کمرے میں اسے ہلاک کرنے کے لیے چھوڑا تھا۔ وہ نوکر کی بو اپنے محل کے مختلف کمروں اور غلام گردشوں سے ہوتا آخر ایک ایسے کمرے کے باہر آ گیا جہاں سے نوکر کی بڑی تیز بو آ رہی تھی۔ اس کا شکار اور شہزادے کا قاتل اسی کمرے میں تھا۔ سانپ انتظار کرنے لگا کہ وہ باہر آئے۔ کافی دیر تک وہ ایک طرف ہو کر چھپا رہا مگر کوئی باہر نہ آیا۔ تنگ آ کر سانپ نے روشن دان کے قریب ہی ایک سوراخ تلاش کر لیا اور اس میں سے ہو کر وہ نوکر کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

نوکر اس وقت نہانے دھونے کے بعد کپڑے بدل رہا تھا اور یہ پتا کرنے شہزادے کے کمرے میں جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ وہ مر گیا ہے یا زندہ ہے۔ اس کے خیال میں شہزادہ مر چکا تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور اچانک خود وزیر کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سیاہ چادر سے منہ سر ڈھانپ رکھا تھا۔ کمرے میں آ کر وزیر نے چادر اتار دی۔ وزیر کو سامنے دیکھ کر نواب ادب سے جھک گیا۔ وزیر نے

پوچھا۔

''کیا تم نے کام کر دیا تھا؟''

''جی سرکار''

''سانپ شہزادے کے بستر میں ڈال دیا تھا؟''

''جی سرکار''

شاباش! اس کا مطلب ہے کہ اب تک شہزادہ ختم ہو چکا ہوگا۔ ہم تمہیں صبح بہت انعام دیں گے۔ اب صرف بادشاہ باقی رہ گیا ہے۔ اسے میں خود سنبھال لوں گا۔ وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کو ٹھکانے لگا کوئی مشکل نہیں۔ ہاں۔ اس کے علاوہ ایک ناگ بھی ہے۔ اسے بھی کسی نہ کسی طرح ختم کرنا ہوگا۔ وہ بادشاہ کا بہت ہمدرد بنا پھرتا ہے''۔

نوکر نے کہا۔

''حضور جو حکم دیں گے۔ یہ خاکسار اس پر فوری عمل کرے گا۔ اگر کہیں تو ابھی جا کر ناگ کی گردن بھی کاٹ کر لے آؤں''۔

وزیر بولا۔

''نہیں ابھی اس کی ضرورت نہیں۔ کل یا پرسوں یہ کام کرنا ہوگا۔ آج شہزادے کی موت پر محل میں رسومات ادا ہوں گی۔ اس کے بعد تم ناگ کو اس کے کمرے میں جا کر قتل کر دینا۔ ہم تمہیں اس کا انعام الگ دیں گے''۔

نوکر نے ادب سے کہا۔

''حضور کا اقبال بلند ہو۔ ہم تو آپ ہی کا نمک کھاتے ہیں۔ آپ کے لیے تو ہماری جان بھی حاضر ہے''۔

سانپ یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ اس نے نوکر کو پہچان لیا تھا۔ اسے پوری طرح علم ہو گیا تھا کہ وزیر نے نوکر کے ذریعے اس سے ایک گھناؤنا جرم کروانا چاہا تھا۔ سانپ کو ان دونوں پر بے حد طیش آ رہا

تھا۔ کہ وہ اس کے ہاتھوں ایک بے گناہ شہزادے کو ہلاک کروا رہے تھے۔ سانپ چپکے سے دیوار سے اتر کر نیچے آ گیا۔ وزیر کی اس طرف پشت تھی۔

سانپ نے آگے بڑھ کر چپکے سے وزیر کے ٹخنے پر ڈس دیا۔ سانپ کے دانتوں کی سوئی سی وزیر کے ٹخنے میں چبھی تو اس نے جھک کر نیچے دیکھا۔

"سانپ!"

اس کے منہ سے نکل گیا۔ نوکر بھاگنے لگا۔ سانپ نے لپک کر نوکر کی پنڈلی پر بھی ڈس دیا۔ یہ سانپ وزیر نے خاص طور پر منگوایا تھا اور بڑا زہریلا تھا۔ اس نے دوسرے کے لیے گڑھا کھودا تھا۔

اب وہ خود اس پر گر رہا تھا۔ سانپ کے زہر نے ان دونوں کی حالت خراب کر دی۔ سانپ چپکے سے باہر نکل گیا۔ وزیر اور نوکر کے



جسم کانپنے لگے اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آنکھوں، ہونٹوں، کانوں اور ناک سے خون جاری ہو گیا۔ وزیر تو پاگلوں کی طرح کمرے میں چکر لگانے لگا اور پھر گھبرا کر باہر کو بھاگا مگر دروازے سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور گرتے ہی اکڑ کر مر گیا۔ یہی حال نوکر کا ہوا۔ وہ بھی فرش پر چکر کھا کر گرا اور گرتے ہی اس کا دم نکل گیا۔

دونوں ظالم اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

سانپ وہاں سے سیدھا ناگ کے پاس پہنچا۔ اس نے ناگ کو جا کر یہ خوشخبری سنائی کہ نوکر کے ساتھ وزیر کا کام بھی تمام کر دیا گیا ہے۔ ناگ بے حد خوش ہوا۔ کیونکہ جو کام اس نے خود کام کرنا تھا وہ اسکے بھائی سانپ نے کر دیا تھا۔ ناگ نے سانپ کا شکریہ ادا کیا۔

سانپ نے زمین کے ساتھ گردن لگا کر ناگ کو ادب سے سلام کیا اور

پیچھے کھسکتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

# وہیل مچھلی

وزیر کی موت کی خبر بادشاہ کو کر دی گئی۔

بادشاہ بے حد خوش ہوا کہ اس کا سب سے بڑا دشمن جہنم میں چلا گیا۔ ایک ایک کر کے اس کے سارے دشمن اپنے آپ موت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ اب وہ اپنے تمام دشمنوں سے محفوظ ہو گیا تھا۔ اسی روز سارے ملک میں اعلان کر دیا گیا کہ بادشاہ نے اپنے شہزادے کو تخت پر بٹھا دیا ہے۔ دو روز تک تخت نشینی کا جشن ہوتا رہا۔

رعایا نے بڑی خوشی منائی۔ سارے شہر میں لوگوں نے چراغ جلائے۔ جلوس نکالے۔ دعائیں مانگیں۔ بادشاہ نے ناگ کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر دیا ناگ یہ عہدہ قبول نہیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ بادشاہ اور شہزادے کے بہت ہی مجبور کرنے پر وزیر اعظم بن گیا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ ابھی اسے اسی شہر میں رہ کر اپنے بھائی عنبر کا انتظار کرنا تھا۔ عنبر کے بغیر وہ اور ماریا اس ملک کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

ماریا نے ناگ کو مبارک باد دی اور کہا۔

”وزیر اعظم صاحب مبارک ہو۔ آپ تو اب بہت بڑے آدمی بن گئے ہیں۔ دیکھئے اپنی رعایا کا خیال رکھیں۔ ہم بھی آپ کی رعایا ہیں“۔

ناگ بولا

”ماریا بہن! تم میری بڑی نیک دل بہن ہو۔ تم میری رعایا نہیں ہو۔ اور پھر یہ وزیر اعظم تو میں صرف اسی وقت تک ہوں جب تک عنبر یہاں نہیں آتا۔ جس روز وہ یہاں پہنچ گیا۔ میں یہ عہدہ چھوڑ دوں گا اور ہم تینوں اس ملک سے نکل کر کسی دوسرے ملک کی طرف چل پڑیں گے اس ملک سے اب جی بھر گیا ہے“۔

ماریا کہنے لگی۔

”میرا بھی اس ملک میں اب دل نہیں لگتا۔ اس ملک میں ہم نے زیادہ تکلیفیں اٹھائی ہیں“۔

ناگ نے کہا۔

”ویسے تو ہماری قسمت میں معلوم ہوتا ہے کہ تکلیفیں ہی لکھی ہیں مگر اس ملک میں تکلیفوں نے زیادہ ہمارا استقبال کیا ہے۔ تم پتھر بن گئیں۔ عنبر گم ہو گیا۔ مجھ پر جانے کتنی بار قاتلانہ حملہ ہوا۔ اب تو عنبر بھائی خدا کرے جلدی آ جائے اور ہم یہاں سے بوریا بستر گول

کریں"۔

ماریا نے پوچھا۔

"یہاں سے کدھر جانے کا خیال ہے؟"

"میرا تو ارادہ ہے کہ واپس مصر چل کر باقی زندگی بسر کر دی جائے۔ سیریں کرتے کرتے میں تو تھک گیا ہوں۔ اور پھر سیریں کیا خاک کی ہیں؟ مصیبتیں ہی اٹھائی ہیں آج تک"۔

"ہاں بھائی ناگ! شاید ہی کوئی چھ سات دن ایسے آئے ہوں گے کہ ہم تینوں بھائی بہن کو ایک جگہ مل کر سکون سے بیٹھنا نصیب ہوا ہو"

ناگ نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

"اب خدا ہمارے بھائی کو خیر خیرت سے ہم تک لے آئے"

"عنبر بھائی ضرور آ جائے گا۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ آ رہا ہے اور بہت جلد آ جائے گا"۔

"تمہاری زبان مبارک ہو بہن"

ان دونوں بھائی بہن کو تو یہاں چھوڑتے ہیں اور اب واپس چل کر عنبر کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور آپ نے پڑھ لیا ہے کہ عنبر ملکہ مصر سلامبو کی لاش سے جدا ہو کر جاپان جانے والے جہاز پر سوار ہو گیا تھا۔

یہ جہاز ایک چھوٹا سا جاپانی جہاز تھا جس کے صرف تین بادبان تھے۔ یہ عام طور پر چھوٹے چھوٹے جزیروں کے درمیان چلا کرتا تھا۔ مگر روپے کے لالچ میں آ کر جہاز کے مالک نے اسے ایک لمبے سفر پر روانہ کر دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راستے میں طوفان جو آیا تو جہاز بری طرح ڈولنے لگا۔ مسافروں میں شور مچ گیا۔ ہر کوئی پریشان ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ لیکن جہاز کا کپتان بڑا تجربہ کار آدمی تھا۔ اس نے جہاز کو سنبھال لیا اور طوفان میں سے نکال کر لے گیا۔

عنبر کپتان کی تجربہ کاری اور مہارت سے بڑا متاثر ہوا۔ وہ ایک
دوپہر کو کپتان سے ملا اور اس نے کپتان کی فرض شناسی بہادری اور
تجربہ کاری کی بڑی تعریف کی۔ کپتان مسکراتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

"نوجوان! میری ساری عمر سمندروں میں طوفانوں کا مقابلہ کرتے
گزر گئی۔ میں نے اس سے چھوٹے چھوٹے جہازوں میں رہ کر اس
سے بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کیا ہے۔ لیکن اس جہاز کا مالک بڑا
لالچی ہے۔ اس نے مسافروں کو غرق کرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی
تھی"۔

عنبر بولا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اتنے چھوٹے جہاز کو اتنے بڑے
سمندری سفر پر نہیں چلانا چاہیے تھا۔ بہر حال آپ کی وجہ سے ہم
سبھوں کی جان و مال بچ گئے اس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار
ہیں"۔

کپتان نے مسکرا کر پوچھا۔

"میاں تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میں جاپان کے شہر کیوشو جا رہا ہوں"

"مگر تم جاپان کے رہنے والے نہیں لگتے"

"جی ہاں۔ آپ نے صحیح اندازہ لگایا۔ میں مصر کا رہنے والا ہوں مگر
میرا ایک بھائی کاروبار کے سلسلے میں کیوشو میں ہے۔ میں اس سے
ملنے جا رہا ہوں۔

"بہت خوب میرا خیال ہے اگر موسم صاف رہا اور ہوا اسی طرح
چلتی رہی تو ہم سات روز کے بعد جاپان کی بندرگاہ پر پہنچ
جائیں گے"۔

عنبر نے پوچھا۔

"راستے میں سمندری ڈاکوؤں کے ملنے کا ڈر تو نہیں؟"

کپتان زور سے ہنسا۔ اس نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا۔

برخوردار! تم نوجوان ہو کر سمندری ڈاکوؤں سے ڈرتے ہو، جب میں تمہاری عمر کا تھا تو ان سمندروں میں کشتی لے کر اکیلا سفر کیا کرتا تھا۔ مجھے تو کبھی سمندری ڈاکوؤں سے ڈر نہیں لگا تھا۔ ایک بار تو سمندری ڈاکوؤں سے مڈبھیڑ بھی ہوگئی۔

عنبر نے پوچھا

"پھر کیا ہوا؟"

کپتان ہنس کر بولا۔ "بس کیا ہونا تھا۔ میں نے مقابلہ کیا اور سارے سمندری ڈاکوؤں کو سمندر میں پھینک کر جہاز پر قبضہ کر لیا۔ وہ جہاز کئی سال تک میرے پاس رہا اور میں اس پر سمندروں میں سیریں کرتا رہا۔ لیکن ایک روز کھلے سمندر میں سفر کرتے ہوئے اسے طوفان نے آن گھیرا۔ اس پر بجلی گری اور وہ ڈوب گیا۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر ایک تختے پر بیٹھ گیا۔ اور دس روز کے بعد ایک جزیرے کے ساحل پر جا لگا۔ یہ جزیرہ آدم خور وحشیوں سے بھرا ہوا تھا"۔

عنبر نے پوچھا

"کیا آدم خور وحشیوں نے آپ کو پکڑا نہیں؟"

کپتان گردن ہلا کر بولا

"کسی آدم خور میں یہ جرات نہیں کہ مجھے پکڑ کر ہڑپ کر سکے میں خود ایک زمانے میں آدم خور رہ چکا ہوں"۔

"تو کیا آپ آدمی کھاتے رہے ہیں؟"

"ارے آدمی کیا میں تو بڑے بڑے ہاتھی بھون کر ثابت کے ثابت کھا جایا کرتا تھا۔ ایک بار جنگل سے گزر رہا تھا کہ راستے میں ایک

پاگل ہاتھی سے سامنا ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ وہ بھی دلیر تھا۔ میں بھی دلیر تھا۔ نہ وہ اپنی جگہ سے ہٹنے کو تیار تھا۔ اس نے سونڈ اٹھا کر چیخ ماری۔ میں نے بھی دونوں ہاتھ اٹھا کر آواز نکالی۔ مگر ہاتھی پیچھے نہ ہٹا۔ آخر میں نے آگے بڑھ کر ہاتھی کو سونڈ سے اٹھایا اور اپنے کندھے پر ڈال کر آگے چل پڑا۔ گھر آ کر میں نے اسی طرح ہاتھی کو بھون ڈالا اور سالم کا سالم ہی ہڑپ کر گیا''۔

عنبر نے مذاق سے کہا۔

''آپ کا منہ تو اتنا بڑا نہیں ہے۔ پھر آپ نے سارا ہاتھی کیسے نگل لیا؟''

کپتان کہنے لگا۔

''برخوردار! میرا کھانا کھانے کا منہ اور ہے اور ہاتھی کو کھانے کا منہ



اور ہے۔ اگر میں تمہیں اپنا وہ منہ دکھا دوں جس سے میں بڑے بڑے ہاتھی اور ویل مچھلی تک کھا جاتا ہوں تو تم خوف کھا کر بے ہوش ہو جاؤ گے۔ کیا میں تمہیں وہ منہ دکھاؤں؟''

عنبر نے کہا۔

''نہیں نہیں کپتان صاحب۔ میں ڈر کر بے ہوش ہونا پسند نہیں کرتا۔ مجھے آپ کی باتوں پر بھروسہ ہے۔ میں آپ پر اعتبار کرتا ہوں''

کپتان زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''اب تمہیں یقین آیا۔ لو سنو۔ ایک بار ایک ویل مچھلی میرے قابو آ گئی۔ میں اکیلا کشتی لے کر سمندر میں آوارہ گردی کر رہا تھا کہ اچانک سامنے ایک بہت بڑی ویل مچھلی نے سر نکال کر مجھے غضبناک نظروں سے دیکھا۔ مجھے بڑا غصہ آیا کہ اس کم بخت کی اتنی جرات ہو

گئی کہ مجھے آنکھیں دکھائے۔ میں اسی وقت کشتی میں سے کود کر پانی میں آ گیا اور ویل مچھلی کو دم سے پکڑ کر کھینچتا ہوا کشتی پر لے آیا۔ ویل مچھلی نے بہت میرے ہاتھ پاؤں جوڑے مگر میں نے اسے معاف نہ کیا۔ بس ساحل پر آگ جلائی اور سالم کی سالم ویل مچھلی کو بھون کر ہڑپ کر گیا"۔

عنبر کپتان کی باتوں سے بہت ہنسا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کپتان ایک تجربہ کار ملاح ہونے کے ساتھ بڑا باتونی اور پھڑ باز بھی ہے۔ وہ اس کی بچوں جیسی من گھڑت کہانیوں سے لطف اٹھاتا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ کپتان جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ ویل مچھلی چار منزلہ مکان جتنی بڑی ہوتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی آدمی ایسا نہیں پیدا ہوا جو ویل مچھلی کو دم سے پکڑ کر ساحل پر لے جائے اور اسے بھون کر کھا جائے۔ اسی طرح سمندری ڈاکوؤں کا مقابلہ اکیلا آدمی ہرگز نہیں کرسکتا تھا۔ پھر بھی عنبر کپتان کی باتوں پر ہنستا اور خوش ہوتا رہا۔

چھٹے روز بادبانی جہاز سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ وہ سمندر کے نیچے ایک ابھری ہوئی چٹان سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ جہاز غلطی سے اس طرف آن نکلا تھا۔ جہاز کے دو ٹکڑے ہوتے ہی اس میں پانی بھر گیا اور ڈوبنا شروع ہو گیا۔ مسافر پانی میں گر پڑے۔ ہر طرف ایک قیامت برپا ہو گئی۔ عنبر بڑی مشکل سے لکڑی کے ایک تختے پر سوار ہو گیا۔ کئی مسافر لکڑی کے تختوں پر سوار ہو گئے تھے۔ اور سمندری کی بے رحم لہریں انہیں بہائے لئے جا رہی تھیں۔ عنبر نے دیکھا نہیں مگر اسے یقین تھا کہ کپتان بھی ضرور کسی نہ کسی تختے یا کشتی پر سوار ہو چکا ہو گا۔

عنبر کا تختہ دوسرے مسافروں سے دور ہٹتا چلا گیا۔ اگر اس کے پاس چپو ہوتے تو وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتا۔ مگر چپو کسی کے پاس بھی نہیں

تھے۔ جس کی وجہ سے لہریں جدھر کو بہا کر لے گئیں مسافر ادھر ہی کو بہتے چلے گئے۔ کچھ دور تک مسافر عنبر کو نظر آتے رہے۔ آخر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ عنبر اب سمندر میں اکیلا سفر کر رہا تھا۔ وہ بڑا پریشان تھا کہ اچھا بھلا سفر کرتے کرتے یہ کیا نئی مصیبت پڑ گئی۔ اس وقت شام کا سماں تھا۔ سورج سمندر میں غروب ہو رہا تھا۔ پھر چاروں طرف رات کا اندھیرا چھا گیا۔

آسمان پر ستارے نکل آئے۔ سردی زیادہ ہو گئی۔ عنبر کو تو خیر سردی نہیں لگتی تھی۔ مگر وہ بڑی الجھن میں تھا کہ منزل کی طرف جاتے جاتے خوامخواہ بھٹک گیا اب نہ جانے اسے کب تک سمندر میں بے یار و مددگار سفر کرنا پڑے گا۔ اس نے سوچا کہ سلامبو کی لاش کو بلا لے۔ پھر اس نے خیال کیا کہ سلامبو کا احسان لینا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کالے علم اور کالے جادو کا کرشمہ ہوتا ہے۔ کالے جادو میں آدمی جتنا فائدہ اٹھاتا ہے اس سے سو گنا زیادہ انسان کا نقصان ہو جاتا ہے۔ مثلاً کالے علم والے کی کوئی اولاد زندہ نہیں بچتی۔ اگر اولاد نہ ہو تو بہن یا بھائی مر جاتے ہیں۔ عنبر ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ وہ کالے جادو والی سلامبو سے مدد مانگ کر زیادہ فائدہ اٹھا لے اور پھر اس کی بہن ماریا یا ناگ پر کوئی آفت ٹوٹ پڑے۔

عنبر سمندر میں اکیلا تختے پر بیٹھا۔ ساری رات سفر کرتا رہا۔ دن چڑھا تو وہ اسی سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے؟ کہاں جا رہا ہے؟ بہر حال جاپان کی بندرگاہ کی طرف وہ نہیں جا رہا تھا۔ کیونکہ رات کو اس نے ستاروں کا رخ جو دیکھا تو وہ اس رخ کے مخالف تھا جس کے حساب سے جہاز سفر کر رہا تھا۔ بہر حال اب اسے بہادری اور ہمت سے مصیبت کا مقابلہ کرنا تھا۔ عنبر ہمیشہ مصیبتوں کا بہادری سے مقابلہ کرتا آیا تھا۔ اسے مصیبت نے کبھی

پریشان نہیں کیا تھا۔ اگر اسے پریشانی اور افسوس تھا تو صرف یہ کہ وہ اپنے بھائی اور بہن سے زیادہ دور ہو گیا تھا۔ وہ سارا دن بھی عنبر سمندر میں سفر کرتا رہا۔ سمندر کی لہریں پرسکون تھیں۔ سمندر میں کوئی طوفان نہیں تھا۔ دوپہر کے وقت عنبر نے دور سمندر میں ایک پہاڑ سا ابھرتے دیکھا اس کا خیال تھا کہ یہ کسی جزیرے کا ساحل ہے۔ مگر اصل میں یہ ویل مچھلی تھی۔